ہندی خواں حضرات کیلئے خوشخبری

تفسیر احسن البیان (ہندی)

ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی ☆ تفسیر: حافظ صلاح الدین یوسف ☆ ہندی ترجمہ: محمد طاہر حنیف

صفحات: 1152 ☆ قیمت مجلد -/350۔ بیش قیمت کاغذ، اعلیٰ طباعت، معیاری جلد بندی، خوبصورت اور روشن طباعت، ہندوستان میں پہلی مرتبہ یہ سعودی قرآن طبع ہوا ہے۔ زیادہ تعداد میں منگانے اور مفت تقسیم کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت رابطہ کریں:

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk MaunathBhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) Mob 9889123129/9236761926

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

www.dawatonline.com

سانپ، اور دیگر بھی زہریلے، جانوروں کے کاٹے ہوئے اور پرانے مشکل مریضوں کا ہومیوپیتھک علاج

سفید داغ کا 100% علاج

ڈاکٹر سہیل اعظمی

پھول پور، اعظم گڑھ (یوپی) Mob. 09839569496

نوٹ: فالج، لیکوریا اور ہائی بلڈ پریشر کا علاج

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۳۷ ● ۲۲/اپریل ۲۰۰۹ء ● 22 April 2009 ● چہارشنبہ ● ۲۵/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ ● قیمت =/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳/ریال ● Posting: 20 April 2009 Friday

پاکستان کو ایک اور جھٹکا

دوبئی۔ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کے سربراہ ڈیوڈ مورگن نے دوبئی میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ سیکورٹی خدشات کی بنا پر ۲۰۱۱ء میں ہونے والے کرکٹ ورلڈ کپ کے میچ پاکستان میں نہیں ہوسکتے، لہٰذا آئی سی سی نے ان میچوں کو پاکستان سے منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ فیصلہ آئی سی سی کے ایگزیکیٹو بورڈ کے اجلاس میں کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ۲۰۱۱ء کے کرکٹ ورلڈ کپ کے میچ پاکستان، ہندوستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش میں مشترکہ طور پر ہوئے تھے لیکن گزشتہ دنوں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر لاہور میں ہونے والے حملوں کے پیش نظر یہ شبہ ظاہر کیا جانے لگا تھا کہ پاکستان میں یہ میچ ہوسکیں گے؟ اس فیصلے سے پاکستان کو شدید جھٹکا لگا ہے۔

کیوبا کو 'نئے آغاز' کی پیشکش

ٹرینیڈاڈ۔ براعظم امریکہ کے ملکوں کی تنظیم کے کیریبیائی ملک ٹرینیڈاڈ میں منعقدہ سربراہ اجلاس کے موقع پر امریکی صدر بارک حسین اوباما نے کیوبا کے ساتھ نئے تعلقات استوار کرنے کی پیشکش کی ہے اور مراعات کا اعلان کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کے تعلقات میں بہتری کے لئے اب کیوبا کو قدم بڑھانا ہوگا۔ صدر اوباما کی طرف سے کئے گئے اعلان سے امریکہ میں مقیم لاکھوں کیوبن باشندوں کے لئے اپنے وطن جاکر اپنے عزیزوں اور خاندان والوں سے بلا کسی دشواری کے ملنا ممکن ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ کیوبا میں اپنے لوگوں کو رقم بھی باآسانی بھجوا سکیں گے۔

سوات میں نفاذ شریعت پر تشویش

کراچی۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندہ حسین ہارون نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سوات میں شریعت کے نفاذ اور بلوچستان کے حالات پر عالمی برادری کو تشویش ہے۔ انھوں نے کہا کہ دنیا کو یہ بتایا گیا ہے کہ اسی فیصد قوانین ملکی قانون کے ڈھانچے کا حصہ ہیں اور یہ قوانین ۱۹۷۰ء تک سوات میں لاگو تھے اور اب بھی بلوچستان کے ڈویژن میں کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جب پاکستان دنیا سے اتنا تعاون مانگ رہا ہے تو اسے ایسے طریقۂ کار اختیار کرنا چاہئے جس سے دنیا مطمئن ہو۔

افغانستان میں زلزلے

کابل۔ افغانستان میں گزشتہ جمعہ کو درمیانے درجے کی شدت کے دو زلزلوں سے کم از کم انیس افراد ہلاک اور بیس زخمی ہوئے ہیں جبکہ درجنوں مکانات بھی منہدم ہوگئے ہیں۔ یہ زلزلے صوبہ ننگر ہار میں پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر واقع علاقوں میں آئے۔ امریکی ارضیاتی سروے کے مطابق ان کی شدت ریختر پیمانے پر پانچ اعشاریہ پانچ تھی، متاثرہ دیہات کے باشندوں کا کہنا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی بتائی جارہی ہے۔

پاکستان کو امداد

ٹوکیو۔ پاکستان کے دوست ملکوں پر مشتمل فرینڈز آف پاکستان گروپ نے پاکستان کی مدد کیلئے پانچ ارب ۲۸ کروڑ ڈالر فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ فیصلہ فرینڈز آف پاکستان نے ایک اجلاس میں کیا جو ٹوکیو میں ہوا تھا۔ اس کی اطلاع پاکستانی وزیر خارجہ شاہ محمود احمد قریشی نے دی ہے۔ دریں اثناء اس موقع پر افغانستان اور پاکستان کیلئے امریکی صدر کے خصوصی ایلچی رچرڈ ہالبروک نے بھی یہ اعلان کیا کہ امریکہ پاکستان کی حکومت کو ۲۰۰۹ء تا ۲۰۱۰ء سال کے عرصے میں ایک ارب ڈالر کی امداد فراہم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اعتماد بحال کرنے کے لئے ٹھوس قدم اٹھانے کی ضرورت ہے

امریکہ نے چار ایسی خفیہ دستاویزات (کلاسیفائڈ ڈاکومنٹس) کو شائع (ڈی کلاسیفائی) کردیا ہے، جن کا تعلق امریکہ کے بدنام زمانہ جاسوسی ادارے سی آئی اے کے تفتیشی طریقوں کے قانونی جواز سے ہے، یعنی سی آئی اے نے ان معاملات میں تفتیش کا جو طریقہ اختیار کیا تھا اس کے لئے اس نے کون سے قانونی جواز پیش کئے تھے۔ اس کی اطلاع بی بی سی ورلڈ سروس نے دی ہے۔ بی بی سی اردو سروس نے بھی یہ خبر دی ہے البتہ دونوں نے اس کی سرخیاں الگ الگ قائم کی ہیں، بی بی سی اردو سروس نے اس کا عنوان بنایا ہے: 'اوباما نے 'تشدد' کی دستاویز شائع کردیں' جبکہ بی بی سی ورلڈ سروس نے اس کو obama exempts CIA 'torture' Staff کی سرخی کے ساتھ نشر و شائع کیا ہے۔ ان دستاویزات میں سی آئی اے کے جن تفتیشی طریقہ ہائے کار کا بیان ہے اور جن معاملات میں ان پر عمل کیا گیا تھا ان سب کا تعلق صدر جارج ڈبلیو بش کے دور سے ہے۔ واضح رہے کہ سی آئی اے کے اس تفتیشی پروگرام پر دنیا بھر میں تنقیدیں ہوتی رہی ہیں، حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں اور سیاسی حلقوں کی جانب سے بھی اس پر انگلیاں اٹھائی گئی ہیں اور اعتراضات وارد کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو تشدد قرار دیا گیا ہے، اوباما انتظامیہ نے بھی آئندہ ان کے استعمال پر پابندی عائد کرکے گویا اس کا اعتراف کرلیا ہے کہ اس پر وارد کئے جانے والے اعتراضات درست ہیں، لیکن یہ ایک قیاس ہے ضروری نہیں کہ اوباما انتظامیہ نے بھی اسی جذبے کے تحت یہ قدم اٹھایا ہو، خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان دستاویزات کو شائع کرنے کی درخواست شہری حقوق کے ایک گروہ امریکن سول لبرٹیز یونین (اے سی ایل یو) نے کی تھی، ان میں سے تین دستاویز مئی ۲۰۰۵ء میں امریکی وزارت انصاف کے آفس آف لیگل کونسل (او ایل سی) کے اس وقت کے قائم مقام سربراہ اسٹیفن براڈبری نے تحریر کی تھیں جبکہ چوتھی یکم اگست کو وکیل جان یو نے لکھی تھی اور اس پر ان کے ساتھی جے بائے بی نے دستخط کئے تھے، ان خفیہ دستاویزوں کی اشاعت پر بعض حلقوں کی طرف سے تشویش کا اظہار بھی کیا گیا ہے، پہلے بھی اندیشے ظاہر کئے جاتے رہے ہیں۔ یہ اندیشے اس بنا پر ظاہر کئے جاتے ہیں کہ اگر ایسا کیا گیا تو اس میں شامل سی آئی اے کے اہلکاروں کے خلاف مقدمات کا سلسلہ شروع ہوجائے گا اور ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ زور پکڑنے لگے گا۔ ان دستاویزات کے شائع ہونے سے اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امریکہ کو مطلوب افراد کو کس طرح سی آئی اے نے پکڑا اور ان سے 'اقرار جرم' کرانے کی خاطر کیا کیا طریقے استعمال کئے، حالانکہ پکڑ دھکڑ سے لے کر اذیت پہنچا کر ان سے اقرار جرم کرانے تک کا سارا عمل، ورائے قانون وعدالت تھا مگر سی آئی اے نے اپنی ان کارروائیوں کو قانون کی رو سے جائز قرار دینے کے لئے طرح طرح کے حیلے تراشے تاکہ قانون کی گرفت سے بچا جاسکے، یہ پکڑ دھکڑ ماورائے قانون اس لئے تھیں کہ کسی شخص کی گرفتاری کے لئے قانون نے جو طریقہ بتایا اس پر عمل نہیں کیا گیا اور ماورائے عدالت اس لئے تھیں کہ نہ ان کے لئے عدالت سے پیشگی اجازت لی گئی اور نہ ملزموں کو عدالت کے روبرو پیش کیا گیا، یعنی ان کی حالت پر حبس بے جا کا اطلاق زیادہ درست ہوگا۔ ایسے 'قیدیوں' کے ساتھ قید کے دوران جو سلوک کیا گیا ان دستاویزات میں اس کا کچھ حال بیان کیا گیا ہے۔ بی بی سی کے نامہ نگار کے مطابق یہ قانونی دستاویزات اس ڈراؤنی اور دہشت ناک حقیقت کی تصویر کشی کرتی ہیں کہ کس طرح سی آئی اے زیر حراست لوگوں کے ساتھ سلوک کرتی رہی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک قیدی کو بند اور بیڑیاں پہنا کر اور لنگوٹ کے علاوہ بالکل ننگا رکھنے کے بعد ایک ہفتے سے زیادہ عرصے تک سونے نہیں دیا جاتا، تھپڑ مارے جاتے تھے، متواتر دیوار کے ساتھ مارا جاتا تھا اور واٹر بورڈنگ یعنی پانی میں ڈبونے کی صورت پیدا کی جاتی تھی تاکہ اس سے زیر حراست شخص میں ڈوبنے کا ڈر پیدا ہو، اس سے ان تمام انکشافات کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے جو خلیج گوانتانامو اور ابوغریب نامی عقوبت خانوں میں محبوس قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک سے متعلق دنیا کے سامنے آچکے ہیں اور جن کا اظہار بعض اسیران گوانتانامو بے و ابوغریب نے رہائی پانے کے بعد میڈیا کے سامنے کیا ہے، لیکن دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ دستاویز یہ بھی بتاتی ہے کہ سی آئی اے نے ان کا بھی قانونی جواز پیش کیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سی آئی اے کے تفتیشی افسروں نے یہ جو کچھ کیا وہ اعلیٰ افسروں کی اجازت سے کیا، یہاں تک کہ انہیں باور کرایا گیا کہ وہ جو بھی کر رہے ہیں وہ تشدد کے زمرے میں نہیں آتا۔

بی بی سی ورلڈ سروس کی خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدر اوباما نے اپنے عہدے کا چارج لیتے ہی اس قسم کے طریقوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ انھوں نے اپنے انتخابی وعدے پر عمل کرتے ہوئے گوانتانامو بے کی 'جیل' کو بھی بند کرنے کا حکم صادر کردیا، اس وقت سے یہ مطالبہ بھی کیا جارہا تھا کہ بش دور کے سیاہ کارناموں کو بھی اجاگر کیا جائے اور سی آئی اے کے گھناؤنے جرائم کو نہ صرف دنیا کے سامنے لایا جائے بلکہ اس سلسلے میں سخت کارروائی کی جائے۔ صدر اوباما کے بارے میں ایک بار یہ بھی کہی جاتی ہے کہ ان کے آنے کے بعد امریکی پالیسی میں واضح فرق محسوس کیا جائے گا۔ خود انھوں نے بھی اپنی گفتگوؤں اور تقاریر کے ذریعے یہی تاثر دیا تھا کہ وہ دنیا کا اعتماد دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کے پیش رو کے زمانے میں امریکہ کی جو بدنامی ہوئی ہے اور اس کا اعتماد جس طرح مجروح ہوا ہے اس کے ازالے کے لئے وہ ٹھوس قدم اٹھائیں گے۔ شاید اسی وجہ سے پوری دنیا میں ان کے سلسلے میں امید کی ایک فضا قائم ہوئی تھی، یورپ اور مسلم دنیا میں بھی یک گونہ خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اور 'تبدیلی' کی امید کی جارہی تھی۔ صدر اوباما نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ سو دنوں کے اندر اپنے دور صدارت کی بنیادی پالیسیوں کو دنیا کے سامنے پیش کردیں گے۔ اب یہ مدت پوری ہونے کو ہے تادم تحریر ۸۷ دن پورے ہوچکے ہیں۔ اس دوران انھوں نے بیرونی دنیا کے دورے بھی کرلئے اور پالیسی ساز اجلاسوں میں شرکت بھی کرلی، اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ان کی پالیسی کے اہم خد و خال دنیا کے سامنے آچکے ہیں، ظاہر ہے اسی ڈگر پر وہ آگے بڑھیں گے۔ مذکورہ مسئلہ کے سلسلے میں بھی انھوں نے ایک نہایت اہم بات کہی ہے وہ یہ کہ سی آئی اے کی مذکورہ خفیہ دستاویزات کی اشاعت کی وجہ سے سی آئی اے جن افسروں اور دوسرے اہلکاروں پر حرف آتا ہے اور ان کا جرم ثابت ہوتا ہے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اس سے پہلے بھی انھوں نے جو بیانات دئے ہیں ان میں جہاں ایک طرف بحالی اعتماد کے لئے قدم اٹھانے کا وعدہ کیا ہے وہیں کچھ ایسی باتیں بھی کہہ دی ہیں جن سے ان وعدوں کی نفی ہوجاتی ہے۔ اعتماد کی بحالی محض زبانی وعدے یا دعووں سے نہیں ہوئی اس امر سے ان سے زیادہ اور کون واقف ہوگا۔ اس لئے یہی سمجھا جائے گا کہ انھوں نے جن طریقوں کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی ان کو استعمال کرنے والوں کو معاف بھی کردیا ہے اس کا مقصد بحالی اعتماد ہرگز نہیں ہے۔ دوسرے مقاصد کے پیش نظر یہ قدم اٹھایا گیا ہے اور دنیا ایسا سمجھنے میں حق بجانب ہوگی۔ (ش ر)

امریکہ میں بیروزگار اور بے گھر لوگوں کی تعداد میں اضافہ

نیویارک ٹائمز میں پندرہ ہزار سے زیادہ بچوں والے خاندان پناہ گزیں کیمپوں میں ایڑیاں رگڑنے اور سر چھپانے پر مجبور ہیں کہ ان کے سروں پر سایہ نہیں کیونکہ ان خاندانوں کو روزی فراہم کرانے والے روزگار سے محروم ہوچکے ہیں۔ وہ رہائش کے لئے اپارٹمنٹ کا کرایہ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں جب ایک شہر میں یہ پوزیشن ہو تو پورے ملک کا کیا حال ہوگا اندازہ کیا جاسکتا ہے؟ جیسے جیسے ملک میں بیروزگاری پھیل رہی ہے طرح طرح کے مسائل میں اضافہ ہورہا ہے۔ لوگ روٹی کپڑے اور مکان جیسی بنیادی ضروریات کے لئے پریشان ہورہے ہیں۔ بچوں کے لئے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا محال ہورہا ہے۔ امریکی حکمراں مختلف ممالک میں جنگ پر دولت بہا رہے ہیں اسی جنگ پر جس نے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں برطانیہ، فرانس اور جاپان کو تباہ و برباد کرڈالا تھا جس نے افغانستان پر سوویت یونین کی سرخ یلغار کے عدا سے ٹکڑوں میں بکھیر دیا تھا۔ امریکہ سرد جنگ کے میدان سے اور دنیا کے نقشے سے اپنی حریف پاور سوویت یونین کے غائب ہوجانے کے بعد دنیا کی واحد سپر پاور رہ گیا۔ اس نے دوسروں کی حالت سے سبق حاصل نہیں کیا۔ ساری دنیا کو دہشت زدہ کرنے لگا، دھونس دھمکیوں سے کام لینے لگا۔ دہشت گردانہ یلغار کرکے دوسرے ملکوں کو اس دور میں بھی غلام بنانے کی کوشش میں سرگرم ہوگیا۔ انجام کار دوسروں کو تباہ کرتے کرتے خود اپنی معیشت تباہ کر بیٹھا، پھر بھی اس کے حکمرانوں کے دماغوں سے خناس، گھمنڈ اور بالادستی و جارحیت کا بھوت نہیں اتر رہا ہے۔ کہیں دوسروں کو باہم لڑا رہا ہے تو کہیں اپنے اتحادیوں کو ساتھ لے کر خود جارحیت و دہشت گردی کے ریکارڈ توڑ رہا ہے بعید نہیں کہ فرانس، برطانیہ اور سوویت یونین جیسے حشر سے یہ بھی دوچار ہوجاتے۔

نیویارک ٹائمز سنڈیکیٹ کے لئے دوملیتھا لوتھرا نے امریکہ کی موجودہ حالت کی نقشہ کشی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کارا گونزالیزا گزشتہ سال اپنے گھر سے محروم ہوگئی تھی کیونکہ اس کے شوہر کے ملازمت سے محروم ہوجانے کے بعد وہ اپارٹمنٹ کرایہ ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہے تھے۔ ضروری اشیاء کے بلوں کے ڈھیر ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ ہفتوں تک وہ بجلی کی روشنی اور اس کے دوسرے استعمال سے بھی محروم رہے۔ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے، حتیٰ کہ اس کا شوہر قانون شکنی کرکے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے غلط راہوں پر چلنے پر مجبور ہوگیا جس کے نتیجے میں وہ پکڑا گیا اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ کارا ان حالات کا مقابلہ نہیں کرسکی، آخر اس کو اپارٹمنٹ خالی کرکے سڑک پر آجانا پڑا۔ وہ نہ صرف گھر سے محروم ہوگئے بلکہ ضروریات زندگی کی تمام چیزوں سے محروم ہوگئے۔ ان کے پانچ بچے ہیں جو امریکیوں کے بہت سے دعووں کی حقیقت کی پردہ دری کر رہے ہیں۔ امریکی آمر اور استعماری حکمراں دنیا کو ایک یا زیادہ سے زیادہ دو بچوں پر اکتفا کرنے پر مجبور کرتے ہیں، خود اپنے یہاں کئی دہائیوں سے آبادی پر کنٹرول کا دعویٰ کرتے ہیں اور مردم شماری میں کسی اضافے کو تسلیم نہیں کرتے اور اب کارا جیسے خاندانوں سے وہاں بچوں کی تعداد بھی سامنے آنے لگی ہے۔ کارا خاندان امریکہ کی کوئی نرالی وانوکھی مثال نہیں ہے جو گھر سے بے گھر ہوگیا ہے۔ خود ملک کی راجدھانی میں ایسے خاندانوں کی تعداد بے شمار ہے۔ ملک بھر میں مختلف میدانوں میں بحران بڑھتے جارہے ہیں۔

بیروزگاری کی وجہ سے نیویارک کے برونکس ضلع کی مورس اکیڈمی کے ٹیچروں کا کہنا ہے کہ ان کے یہاں زیر تعلیم بچوں میں بے گھر ہونے والوں کی تعداد تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ بچوں کے لئے اس کا ذکر کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے خاندان کی حالت کا اظہار کرنے سے بھی بچتے ہیں۔ طرح طرح کی علامتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کبھی بچے لیٹ آنے لگتے ہیں۔ کچھ بچے وقت سے پہلے ہی آکر اسکول میں پناہ حاصل کرلیتے ہیں۔ ان کی حالت سے ان کی پریشانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب ایسے بچوں کے بارے میں سروے بھی ہونے لگے ہیں۔ بچوں کی تعلیمی حالت پر اثر پڑ رہا ہے۔ وہ ہوم ورک کرکے نہیں لا پاتے۔ تعلیم میں دلچسپی نہیں لے پاتے۔ یکسوئی اور رغبت ختم ہورہی ہے۔ وہ اس فکر میں مبتلا رہتے ہیں کہ آج رات کو پیٹ بھرنے کے لئے کچھ کھانے کو بھی ملے گا کہ نہیں؟ کیا کہیں رات کو سونے کی بھی جگہ مل سکے گی؟ اگر کہیں سو گئے تو کیا محفوظ بھی رہیں گے؟ ظاہر ہے اس حالت میں کوئی بچہ یا بڑا مطالعہ، سبق یاد کرنے یا ہوم ورک پر توجہ کہاں دے سکے گا؟ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سر چھپانے کے لئے پناہ ڈھونڈتے پھرتے رہتے ہیں۔ کتنے ہی بچے اسکول جانا ترک کرچکے ہیں۔ ماں باپ بھی پریشان ہیں۔ بچے بھی پریشانی میں تعلیم سے محروم ہوجانے کا احساس بھی ایک سوہان روح بن رہا ہے۔ مگر وہ کر کیا سکتے ہیں ان کے حکمراں تو ساری دولت جنگ پر برباد کر رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اللہ تعالیٰ ان بدبختوں کو عقل و شعور کی دولت سے سرفراز فرمادے۔

(ع ق)

بلاتبصرہ

آر ایس ایس کی نگرانی میں چلنے والے اسکولوں میں اسلام اور عیسائیت کے خلاف بچوں کا ذہن بنانا ایک خطرناک کھیل ہے۔ جو ملک کے لئے اچھا نہیں ہے۔ یہ صرف حکام کی ہی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ سرپرستوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ نصابی کتابوں کو دیکھیں اور اس پر نظر رکھیں بلکہ جائزہ لیتے رہیں۔

ابھی شیک مکھرجی، تھنجاور
ہندو، ۱۸/اپریل ۲۰۰۹ء

خبر و نظر

"بچوں کے ذہنوں میں زہر گھولنا"

"بچوں کے ذہنوں میں زہر گھولنا" — یہ آدتیہ مکھرجی اور مردولا مکھرجی کے ایک آرٹیکل کا عنوان ہے۔ (دی ہندو ۱۵/اپریل)۔ اس میں اُن اسباق کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے جو آر ایس ایس کے قائم کردہ اسکولوں کے ابتدائی درجات میں تاریخ، ثقافت اور قوم پرستی کے نام پر پڑھائے جاتے ہیں اور جن کے ذریعے اسلام اور مسلمانو ، عیسائیت اور عیسائیوں کے خلاف معصوم ذہنوں میں زہر بھرا جاتا ہے۔ بچوں کے کردار پر فوری طور سے اس زہر کا اتنا اثر نہیں ہوتا کہ وہ سوسائٹی کو کوئی نقصان پہنچا سکیں؛ لیکن جب بڑے ہوکر وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو یہ زہر اپنا اثر دکھاتا ہے جس کا نتیجہ مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ آدتیہ اور مردولا مکھرجی نے سچیتا مہاجن کے ساتھ مل کر اسی موضوع پر ایک جامع کتاب لکھی ہے جو گزشتہ سال شائع ہوچکی ہے۔ یہ تینوں اہل قلم جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انھوں نے خبردار کیا ہے کہ اس زہر کو مزید پھیلنے سے سرکاری اور غیر سرکاری سطح سے روکا جائے ورنہ ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ انھوں نے یہ شکایت بھی کی ہے کہ اس سلسلے میں "سیکولر" سرکار نے گزشتہ پانچ برسوں کے دوران کچھ نہیں کیا۔

یہ پہلی بار نہیں ہوا ہے

ہرچند کہ معصوم اذہان کو زہر آلود کئے جانے کی یہ باتیں پہلی بار سامنے نہیں آئی ہیں۔ یہ کام جتنا پرانا ہے، اس کی طرف سرکار اور سوسائٹی کو متوجہ کرنے کا سلسلہ بھی تقریباً اتنا ہی پرانا ہے۔ دینی تعلیمی کونسل، جماعت اسلامی ہند کے شعبۂ تعلیمات اور بعض دوسری تنظیموں، اداروں اور افراد کی جانب سے اس سمت میں مسلسل کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ ماہرین تعلیم نے بھی وقتاً فوقتاً اس کا نوٹس لیا ہے۔ ذمہ داران حکومت اور اہل سیاست اس زہر کی موجودگی کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ لیکن نتیجہ کوئی خاص برآمد نہیں ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زہر کی جڑیں بہت گہری اور اس کے اثرات نہایت وسیع ہیں۔ اگر ذمہ داران حکومت یا اہل سیاست اسے دور کرنا چاہیں بھی تو نہیں کرسکتے اس لئے کہ پالیسیوں کو نافذ اور سرکاری احکام پر عمل درآمد کرنے والی مشینری تک اس زہر سے متاثر ہے۔ اس میں سے بہت سوں کی تربیت اسی ماحول میں ہوئی ہے، وہ لوگ بھی وہی تاریخ اور وہی ثقافت پڑھ کر آئے ہیں — اس ماحول میں اگر کچھ ماہرین تعلیم و تاریخ نے اس مسئلے کو اٹھایا ہے تو یہ ایک خوش آئند امر ہے — اقلیتی دانشوروں کو بھی اُن سے تعاون کرنا چاہئے۔

اصل مسئلہ کا تعلق اکثریت سے ہے

سوال صرف مذہبی اقلیتوں کی کردار کشی یا ان کے خلاف تشدد بھڑکانے کا نہیں ہے۔ اگر وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو بنیادی طور پر یہ اُس "اکثریت" کا مسئلہ ہے جس کے ناز کا دم یہ لوگ بھرتے ہیں۔ اس کے سامنے سوال یہ ہونا چاہئے کہ قومی تعمیر کے نام پر پوری قوم اور اس کی آئندہ نسلوں کا اخلاقی کردار کیوں تباہ کیا جارہا ہے۔ قوم کو جھوٹی تاریخ پڑھانا، بے انصافی کے راستے پر چلانا؛ ہم وطنوں کے خلاف ورغلانا کون سی قومی خدمت ہے۔ پھر اس سے قوم کا کردار کیا بنے گا — ان ماہرین کے لئے یہ سوال بھی اہم ہے کہ نفرت کی اس مہم کے پیچھے کون سا طبقہ ہے اور یہ سب وہ کیوں کر رہا ہے یعنی اصلاً وہ چاہتا کیا ہے؟ ڈیلی ہندو کے مراسلہ نگاروں نے بالعموم اس مضمون کا خیر مقدم کیا ہے، لیکن پلکڈ کے ایک صاحب نے لکھا ہے کہ "یہ تجزیہ یکطرفہ ہے، مدرسوں کی تعلیم اور تبدیلیٔ مذہب کے ذرائع پر بھی لکھا جانا چاہئے"۔ مسلمان اس تجویز کی تائید کرتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کے نصاب کا دیانتدارانہ جائزہ ضرور لیا جانا چاہئے۔ اس سے اُس پروپگنڈے کے توڑ میں مدد ملے گی جو مدارس کے خلاف گزشتہ کچھ برسوں سے کیا جارہا ہے۔ (پ ر)

حفاظتی انتظامات پر مزید توجہ کی ضرورت

پارلیمانی انتخابات کا پہلا مرحلہ بعض علاقوں میں پرتشدد واقعات کے ساتھ مکمل ہوگیا۔ سترہ ریاستوں کے ایک سو چوبیس پارلیمانی حلقوں میں تقریباً مجموعی اعتبار سے ساٹھ فیصد لوگوں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا۔ اس مرحلے میں آندھرا پردیش کے ۱۵۴ اور اڑیسہ کے ستر اسمبلی حلقوں کے لئے بھی ووٹنگ ہوئی۔ بہار، جھارکھنڈ اور چھتیس گڑھ کے جن علاقوں میں پرتشدد واقعات ظہور پذیر ہوئے وہ نکسلی علاقے ہیں۔ نکسلوادیوں نے پہلے ہی انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر رکھا تھا۔ بعض مقامات پر پولنگ اسٹیشنوں کے قریب انھوں نے بائیکاٹ کے تعلق سے تحریر بھی کیا تھا اور ان کے حکم نامے کی خلاف ورزی کرنے والوں کو نتائج کے لئے تیار رہنے کی دھمکی بھی دی تھی۔ الیکشن کمیشن اور انتظامیہ کے ذریعے سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے اس کے باوجود نکسلی اپنی تخریبی کارروائی میں کامیاب ہوگئے۔

ان واقعات کے علاوہ جن میں دس پولیس اہلکار سمیت انیس افراد ہلاک ہوئے مجموعی اعتبار سے یہ مرحلہ پرامن رہا، اس لحاظ سے بھی کہ ماضی کی طرح اس بار سیاسی تصادم کی کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ملی، جبکہ ماضی میں وسیع پیمانے پر سیاسی تصادم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ ڈپٹی الیکشن کمشنر آر بالا کرشن کے مطابق پہلے مرحلے میں چودہ کروڑ اکتیس لاکھ ووٹروں نے ایک لاکھ پچاس ہزار پولنگ اسٹیشنوں پر ایک ہزار سات سو پندرہ امیدواروں کے لئے ووٹنگ کی۔ ان امیدواروں میں ایک سو بائیس خواتین بھی شامل ہیں۔ اس مرحلے کے امیدواروں میں لالو پرساد یادو، مرلی منوہر جوشی، رام ولاس پاسوان، رینوکا چودھری، میرا کمار، پرفل پٹیل، منوج تیواری، یشونت سنہا، ایس جے پال ریڈی، ششی تھرور، کے چندر شیکھر راؤ، بابولال مرانڈی، بنڈارو دتاتریہ، سنتوش موہن اور بدرالدین اجمل جیسے لیڈران کے نام بھی شامل ہیں۔

اس مرتبہ ووٹنگ کے رجحان میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سب سے زیادہ لکشدیپ میں ووٹنگ کا تناسب رہا۔ اس ریاست میں چھیاسی فیصد ووٹ پڑے، جبکہ بہار سب سے پیچھے تھا جہاں صرف چھیالیس فیصد ووٹ پڑے۔ ان ریاستوں کے علاوہ آندھرا پردیش میں ۶۵، اتر پردیش میں ۴۸ اور پچاس، آسام میں باسٹھ، کیرالہ میں ساٹھ، مہاراشٹر میں ۵۴، اروناچل پردیش میں ۶۲، جموں و

باقی صفحہ ۵ پر

کیا یہ اسلامی معاشرے کی تصویر ہے؟

فہیم الدین۔ ناگپور

پڑوس میں سجاش پردیپ کا خاندان کرائے کے مکان میں قیام پذیر ہوا۔ یہ خاندان شوہر، بیوی، ایک بیٹے اور ایک بیٹی پر مشتمل ہے۔ ان کی معاشی حالت کچھ تسلی بخش نہیں ہے۔ کچھ ہی دن میں ہم دو پڑوسی ایک دوسرے سے بے تکلف ہوگئے۔ ایک خاص بات ہمیشہ کھٹکتی تھی۔ گو کہ شریمتی پردیپ ہر ہندو سہاگن کی طرح اپنی مانگ میں سیندور بھرتیں اور پیشانی پر بندیا لگاتی ہیں اور ہندو عورتوں کی طرح ہی لباس بھی پہنتی ہیں۔ مگر وہ جب بھی میرے گھر آئیں یا راستے میں مجھے یا میرے افراد خانہ کو ملتیں، باقاعدہ مسلمانوں کے انداز میں السلام علیکم کہتیں۔ اتفاقاً کچھ عرصے بعد سجاش پردیپ کسی حادثے کا شکار ہوکر اپنی ایک آنکھ گنوا بیٹھے جس کی وجہ سے شریمتی پردیپ صلاح و مشورے کے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی ہمارے گھر آنے لگیں۔ ایسے میں ایک دن موقع پاکر ان سے پوچھ لیا کہ وہ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ پردیپ صاحب کا ذریعۂ معاش کیا ہے اور یہ کہ کیا ان لوگوں کے تعلقات مسلمانوں سے کچھ زیادہ ہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر پہلے تو وہ کچھ ہچکچائیں مگر اصرار پر انھوں نے اپنی زندگی کی جو داستان بیان کی وہ یقیناً ہر مسلمان کے لئے باعث ندامت ہے۔ مسز پردیپ کی جو کہانی جوں کی توں پیش ہے۔ امید کہ ہمارا معاشرہ اور ذمہ داران اس بارے میں غور کریں گے اور ایک لائحہ عمل تیار کرکے اس سلسلے میں ضرور مثبت و مناسب قدم اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

مسز پردیپ کی پیدائش آج سے تقریباً چالیس برس پہلے ایک مسلم گھرانے میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کا نام سرفراز احمد خاں اور والدہ کا زیب النساء تھا۔ ان کے والد کہیں ملازم تھے جبکہ والدہ گھر میں ہی رہتی تھیں۔ ان کی دینوی اور اردو کی ابتدائی تعلیم والدہ کی سرپرستی میں ان کے گھر پر ہی ہوئی تھی۔ بعد میں انہیں ایک مسلم ادارے میں داخل کردیا گیا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ماں باپ دونوں کی شفقت اور دلار مل رہا تھا۔ تایا اور دوسرے رشتے دار جو کہ اسی شہر میں ان کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر رہتے تھے۔ اکثر ملاقات کی غرض سے آجایا کرتے تھے۔ لیکن ان کے تایا نے کبھی انہیں اپنے پاس نہیں بلایا اور نہ شفقت سے کبھی ان کے سر پر ہاتھ ہی رکھا۔ دن گزر گئے۔ رفتہ رفتہ وہ نہم پاس کرکے دہم میں داخل ہوگئیں اور کافی سمجھدار ہوگئیں۔ ہر بات کو آسانی سے سمجھ لینا ان کے لئے آسان ہوگیا تھا۔ اپنے والدین کے پیار، چاہت اور مشفقانہ سلوک کی وجہ سے کسی رشتے دار سے زیادہ ملنے یا ان کے گھر جاکر قیام کرنے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھیں کیونکہ ان کے والدین ہی ان کے لئے سب کچھ تھے۔ جنوری کا مہینہ تھا۔ وہ اپنی میٹرک کی پڑھائی میں دن رات مصروف رہتی تھیں۔ ان کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ ایک کامیاب ڈاکٹر بنیں۔ لیکن محض دو دنوں کی علالت کے بعد ان کی والدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئیں۔ ان کی دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ ان کے والد نے ماں اور باپ کی ذمہ داریاں قبول کرتے ہوئے نہ تو اپنی چاہت اور پیار میں کوئی کمی آنے دی اور نہ انہیں کبھی والدہ کی کمی محسوس ہونے دی۔ انھوں نے دسویں کا امتحان اچھے نمبروں سے کامیابی کے ساتھ پاس کیا اور گیارہویں میں داخلہ لے لیا اور پھر وہ دن بھی آگیا جب وہ بارہویں جماعت کے امتحان کی تیاریوں میں مشغول ہوگئیں کیونکہ ان کی دلی خواہش تھی کہ اپنے والدین کی ڈاکٹر بنانے کی خواہش کو پورا کریں۔ امتحان شروع ہونے میں صرف پندرہ دن باقی تھے کہ اچانک ان کے والد حرکت قلب بند ہوجانے سے انہیں اکیلی اور بے سہارا روتی بلکتی چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کی تو دنیا ہی لٹ گئی اور وہ بے سہارا اور بے یار و مددگار ہوگئیں۔ چند دنوں تک تو ان کے تایا اور دوسرے رشتے داران سے آکر ملتے رہے، وہ تسلی و تشفی دے کر رخصت ہوجاتے اور پھر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ اب نہ ان میں اتنی لگن اور سکت باقی رہی تھی کہ پڑھائی جاری رکھ سکیں اور نہ اپنے والدین کا ڈاکٹر بننے کا خواب پورا کرسکتی تھیں۔ ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی اور کربھی کیا سکتی تھی۔ ابتدا میں تو ان کے تایا اور دیگر رشتے داروں نے ہمدردی اور محبت جتائی مگر پھر اچانک ایک دن نہ جانے کیوں ان کے تایا نے انہیں ایک ناری نکیتن میں لے کر داخل کرا دیا۔ اس کے بعد کسی بھی رشتے دار اور تایا نے اس بات کی قطعی کوشش نہیں کی کہ وہ کبھی ناری نکیتن میں آکر ان سے ملاقات کرتا یا حال معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔ اب ان کی دنیا اس ناری نکیتن کی چہار دیواری تھی جہاں اپنے والدین کو فرصت کے اوقات میں رو رو کر یاد کرلیا کرتیں۔ ناری نکیتن میں ہندو خواتین کی سرپرستی میں پروان چڑھتے ہوئے عمر کے ۲۲ سال پورے کرکے ۲۳ ویں برس میں قدم رکھ دیا۔ آشرم میں وارڈن کے ساتھ ساتھ دوسری تمام خواتین اور ساتھی لڑکیوں سے بے پناہ محبت اور اپنائیت ملتی رہی۔ ان کے حالات سے ہر ایک متاثر تھا اور ہر ممکن طریقے سے ان کا غم کم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ وارڈن کا مادرانہ سلوک تو شاید زندگی میں کبھی نہ بھولیں گی۔ آشرم کی ہر لڑکی اس کے مذہبی تناظر میں پرورش پاتی تھی۔ مذہب کے نام پر کسی سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔ آشرم کی لائبریری میں ہر مذہب کی کتابیں موجود تھیں۔ آشرم کے قانون کے مطابق سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ کوئی بھی لڑکی عمر کے ۲۳ سال پورے کرنے کے بعد آشرم میں نہیں رہ سکتی تھی۔ یعنی آشرم سے ان کی رخصتی کا وقت قریب آرہا تھا۔ ایک دن وارڈن نے اپنے دفتر میں بلاکر نہایت مشفقانہ انداز میں بتایا کہ چونکہ اب جلد ہی آپ اپنی عمر کے ۲۳ برس پورے کرلیں گی لہٰذا آشرم کے قاعدے کے مطابق آپ کو جلد ہی آشرم سے رخصت کردیا جائے گا۔ یہ خبر ان کے لئے موت کے پیغام سے کم نہیں تھی مگر اس کے ساتھ ہی وارڈن نے یہ بھی بتایا کہ انھوں نے ایک مسلم خاندان میں ایک لڑکا بھی دیکھ لیا ہے۔ بات چیت بھی تقریباً آخری مرحلے میں ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ لڑکے اور اس کے خاندان کے لوگوں نے انہیں دیکھ کر پسند بھی کرلیا ہے جو کہ ان کے لئے ایک تعجب خیز بات تھی اور پھر وہ دن بھی آگیا جب وہ دلہن بن کر آشرم سے سسرال کے لئے روانہ ہوگئیں۔ شادی کے بعد ایک دو ہفتے خیرت سے گزرے اس کے بعد حالات دن بدن نئی کروٹ لینے لگے۔ ساس کے علاوہ سسرال میں دو غیر شادی شدہ نندیں بھی تھیں۔ ابتداء میں تو شوہر ان کے ساتھ کافی ہمدردانہ رویہ اپناتے ہوئے بار باریقین دہانی کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر آشرم کی ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی کو اپنی شریک حیات بنایا ہے۔ اپنے شوہر کے منھ سے یہ الفاظ سنتی تو وہ بھی خدا کا شکر بجالاتیں کہ بالآخر اس نے بے سہارا اور مجبور لڑکی کو ایک مضبوط اور چاہنے والا سہارا عطا کیا ہے۔ مگر پھر رفتہ رفتہ یہاں بھی وہی سب کچھ ہونے لگا جو عام طور سے ساس اور نندوں کی موجودگی میں ہوتا چلا آرہا ہے یعنی ساس اور نندیں روایتی انداز میں موقع بہ موقع طعنے دینے سے نہ چوکتیں، بات بات پر طعنے دیئے جاتے کہ اپنے ماں باپ کو کھاگئی اور اب یہ نحوست ہمارے گھر آئی ہے نہ جانے کس کی اولاد ہے۔ ساس کہتی (اس وارڈن نے) جھوٹ بول کر نہ جانے میرے بیٹے کے سر کس ذات کی اولاد کو تھوپ دیا۔ ہائے وارڈن نے میرے سیدھے سادھے بیٹے کو پھانس دیا۔ نندوں کے بھی تقریباً اسی قسم کے طعنے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی نہایت گندے اور بھونڈے انداز میں بہت سی باتیں کی جاتی تھیں مگر یہ سب کچھ برداشت کرتی رہتیں کیونکہ وہ شوہر میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ مگر کب تک......

آخر وہ دن بھی آگیا جب بار بار کے اکسانے اور ورغلانے سے شوہر دھیرے دھیرے نہ صرف ان سے دور ہونے لگا بلکہ معمولی معمولی باتوں کو بہانا بنا کر بدکلامی کرنا اور بعد میں مار پیٹ کرنا روزمرہ کا مشغلہ بن گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اولاد سے محروم ہوگئیں اور اس کے لئے وہی وہی ذمے دار ٹھہرائی گئیں یعنی شوہر کی دوسری شادی کے لئے راستہ ہموار ہونے لگا۔

اب کوئی عزیز تھا نہ رشتے دار۔ ایک ناری نکیتن کی طرف ہی نگاہیں اٹھتیں۔ جب بھی موقع ملتا آشرم میں وارڈن سے بذریعہ فون ضرور رابطہ قائم کرتیں اور انہیں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کے تعلق سے کچھ بتا دیتیں۔ دو تین موقعوں پر وارڈن خود آکر ان ساس اور نندوں سے ملیں اور انہیں کافی حد تک سمجھانے کی کوشش کی یہی نہیں انھوں نے شوہر سے ان کے آفس میں جاکر بھی ملاقات کی۔ ساس، نندوں اور شوہر نے وارڈن کے ساتھ بھی بدسلوکی کی۔ ناچار و مجبور ایک دن سسرال والوں کے ذریعے دھکے مار کر گھر سے نکال دیئے جانے کے باعث دوبارہ آشرم پہنچ گئیں۔ اب ایک مشکل یہ تھی کہ وہ عمر کے پچیس سال پورے کرچکی تھیں جبکہ آشرم کے قانون کے مطابق ۲۳ سال کی ہونے کے بعد کسی بھی لڑکی کو آشرم میں نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن وارن نے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرکے آشرم کے ذمے داران کو اس بات پر راضی کرلیا تھا کہ جب تک شوہر آکر اپنے ساتھ نہیں لے جاتا آشرم میں قیام ایک مہمان کی طرح ہوگا۔ مگر ایک روز اچانک شوہر کی طرف سے طلاق نامہ مل گیا۔ اب مستقبل تاریک ہوچکا تھا۔ ایسے وقت میں وارڈن پھر مدد کو آگے بڑھی۔ اس نے دوبارہ مسلمان شوہر کی تلاش شروع کردی۔ مگر اس کو جس قسم کے تجربات سے دوچار ہونا پڑا ان سے تھک ہار کر ایک دن کہا کہ بٹی برا مت ماننا مگر میں ضرور کہوں گی کہ اگر مسلمانوں کی سوچ، سماجی زندگی، لاچار، مجبور اور یتیموں کے تعلق سے غور و فکر کرنے کا یہی معیار ہے تو پھر ہم غیر مسلم ان سے بہتر ہیں، ان کا اسلام ان کو مبارک ہو۔ دن گزرتے گئے..... مگر وارڈن کو کامیابی نہ ملنی تھی نہ ملی۔

ایک دن ایک صاحب آشرم تشریف لائے اور کافی دیر تک وارڈن کے دفتر میں موجود رہے۔ وارڈن نے ان کی موجودگی میں مجھے اپنے آفس میں بلایا اور کہنا شروع کیا دیکھو تمہاری عمر اب پچیس سال سے زیادہ ہوچکی ہے۔ آشرم کی جانب سے تمہاری شادی تمہارے سماج میں ہی کردی گئی تھی مگر بعد میں جو حالات پیدا ہوئے اب ان کا دہرانا بے کار ہوگا۔ جو صاحب تمہارے سامنے موجود ہیں ان کا نام پردیپ ہے۔ انھوں نے ابھی شادی نہیں کی، یہ آشرم کی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔ انھوں نے مختلف لڑکیوں کو دیکھا۔ اتفاق سے تمہیں بھی دیکھ لیا۔ انھوں نے تم کو پسند کرلیا ہے۔ اب تمہیں طے کرنا ہے۔ کیا تم بھی ان کے ساتھ شادی کرنا چاہوگی۔ یہ ہندو ہیں اور شادی بھی ہندو رواج کے مطابق آشرم کے مندر میں ہی ہوگی۔ غور کرلو، میں دو دن کا وقت دیتی ہوں، خوب سوچو۔

آخر کار کافی غور و خوض کے بعد اور اپنی قوم کی موجودہ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان صاحب سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس طرح پردیپ کی شریک حیات بن کر ان کے ساتھ زندگی گزارنے لگی۔ یہ بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کے اب دو بچے ہیں۔ بڑا بیٹا ہے اور چھوٹی بیٹی۔ بیٹا اس وقت بارہویں کا امتحان دے چکا ہے اور کالج میں ہے جبکہ بیٹی امسال دسویں میٹرک کا امتحان دینے کی تیاری کررہی ہے۔ انھوں نے آج تک نہ تو انہیں کبھی لاوارث کہا اور نہ کسی قسم کے گندے الفاظ استعمال کئے۔ وہ ایک گھریلو قسم کے انسان ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ ان کے والدین کا جو کہ نہایت غریب تھے۔ ان کے بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ ان کی پرورش ان کے ایک دور کے چچا نے کی۔ انھوں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور یہ ملازمت اختیار کرلی۔ جس چچا نے ان کی پرورش کی تھی بعد میں ایک حادثے میں ان کا بھی انتقال ہوگیا اور اس صدمے سے ان کی چچی بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ان کا ایک بیٹا ہے جو کہ ان سے عمر میں دو سال بڑا ہے وہ اس وقت امریکہ میں رہتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس کا فون وغیرہ آجاتا ہے۔

مسز پردیپ کا کہنا ہے کاش میرے تایا اور میرے چچا کسی حد تک باشعور اور باعمل مسلمان ہوتے۔ کتنی عجیب سی بات ہے کہ محض دنیاوی فائدے کے پیش نظر ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک بے سہارا اور یتیم لڑکی کو ایک ہندو یتیم خانے میں لے جاکر ڈال دیا اور پھر دوبارہ اس کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا، صرف اس لئے کہ وہ اپنے مرحوم بھائی کی جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ایسا کرتے وقت نہ انہیں اللہ کے احکام، رسولؐ کے فرمان

باقی صفحہ ۷ پر

قرآن میں کائنات کے اسرار و رموز

پروفیسر جہاں آرا لطفی

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ مقدس آسمانی صحیفہ ہے، جس کا ایک ایک حرف انسان کے لئے راہ نمائی کا باعث ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے جو ۱۴ صدیوں کے طویل عرصے کے باوجود آج بھی پوری طرح محفوظ ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن انسان کی فلاح و ہدایت کے لئے نازل ہوا، لیکن اس میں ساڑھے سات سو کے قریب ایسی آیات ہیں جو کائنات، دنیا میں پائی جانے والی اللہ کی مخلوقات وتخلیقات سے متعلق ہیں۔ یہ آیات انسان کو غور و فکر اور تدبر کی دعوت دیتی ہیں۔ کائنات کے ذرّے ذرّے پر غور کرنے اور سمجھنے کی ہدایت کرتی ہیں۔ قرآن کائنات سے متعلق یہ تمام اسرار و رموز اس لئے بیان کرتا ہے، تاکہ رب العالمین کی منشاء کو سمجھا جائے۔ دنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھا جائے۔ تخلیق کائنات کو سمجھا جائے اور پھر ان احکام کو سن کر سر جھکایا جائے۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن کائنات کے حوالے سے کیا اسرار بیان فرماتا ہے۔

ارشاد ربانی: ”کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور پانی سے ہر چیز پیدا کی۔“ (سورۃ الانبیاء) اس آیت میں سائنس کا وہ عظیم نکتہ بیان فرمایا گیا ہے جو آسمانی سائنس سے تعلق رکھنے والے سائنس دانوں نے دن ورات کی انتھک محنت اور ریاضت کے بعد معلوم کیا ”یہ نظریہ بگ بینگ“ ہے جسے (Big Bang Theory) کہا جاتا ہے بگ بینگ کے نظریے نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور سائنس دانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا تھا، ایک وہ کہ جو نظریہ ارتقاء سے چمٹے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک گروہ ان سائنس دانوں اور فلسفیوں کا پیدا ہوگیا جو اس نظریے کے برخلاف عدم وجود میں آنے والی کائنات کے حامی تھے اور کسی تخلیق کرنے والی ہستی کے معترف بھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں ہی کو مخاطب کررہا ہے: ”کیا کافروں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو جدا کیا۔“

اس آیت مبارکہ کے ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے تو کائنات کے رازوں پر سے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں، اس آیت میں لفظ ”رتق“ یعنی جڑے ہوئے اور ”فتق“ یعنی علیحدہ ہونا استعمال ہوا ہے۔ اس کی جگہ اور بھی الفاظ ہیں جو ”جڑے“ ہونے اور ”الگ“ ہونے کے لئے استعمال ہوسکتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں الفاظ یہ بتارہے ہیں کہ دونوں کو الگ کیا گیا۔ ”رتق“ یعنی ایسا ملا ہوا کہ ایک ہو، جب کہ ”فتق“ پھاڑ کر یا پھوڑ کر الگ کرنا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو ملحدین کے عقائد پر کاری ضرب ہے اور ان کے سامنے متعدد ایسے سوالات کو جنم دیتی ہے۔ جس کے جواب میں صرف یہی بازگشت سنائی دیتی ہے کہ ”کوئی ہے جو اس کائنات کو تخلیق کرنے والا ہے۔ یہ کائنات خود بخود نہیں بنی۔“ اور اس کی تصدیق قرآن کی یہ آیت پوری وضاحت کے ساتھ کررہی ہے۔

”وہ تو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے، جب کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے ہر چیز کو تخلیق کیا اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“ (سورۃ الانعام) اس آیت میں آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا فرمایا گیا ہے، جس سے مراد عدم سے وجود میں لانے والا۔ یعنی یہ کہ یہ آسمان اور زمین ہمیشہ سے ایسے ہی نہیں تھے۔ بلکہ وجود میں لائے گئے ہیں۔ قرآن کریم کائنات کے ایک اہم راز کو افشا کررہا ہے۔ جب کہ انسان نے اپنی کاوشوں اور شب و روز تحقیقات سے اس راز کو دریافت کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں ایک روسی طبیعیات کے ماہر الیگزنڈر فرائیڈ مین نے اس پھیلتی ہوئی کائنات کا تصور پیش کیا، جس کی تصدیق ۱۹۲۹ء میں مشہور امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل نے کی۔ یہ وہ عظیم راز ہے جسے سائنس دان آج بیان کررہے ہیں۔ جب کہ قرآن اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتاتا ہے۔ ”اور آسمانوں کو ہم نے اپنی قدرت سے بنایا اور ہم اس کو پھیلانے والے ہیں۔“ (سورۃ الذاریات) اس آیت میں لفظ ”موسعون“ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب وسیع کرنے والا یا پھیلانے والا ہے۔ اس کا ترجمہ کہیں کہیں کشادگی والا بھی کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے عربی زبان کے الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی نکل آئیں۔ چنانچہ اگر اس تحقیق کی رو سے لفظ ”موسعون“ کو دیکھا جائے تو اس سے واضح پیغام ملتا ہے کہ اگر یہ کائنات دھماکے سے وجود میں آئی ہے تو یقیناً جس طرح دھماکے سے اجسام ایک دوسرے سے دور جاتے ہیں، اس کائنات سے تعلق رکھنے والے تمام اجسام ایک دوسرے سے دور ہٹ رہے ہوں گے۔ تمام کہکشائیں نہایت تیزی سے ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف ایک لفظ ”لموسعون“ سے اس قدر حیرت انگیز اور عظیم الشان راز سے پردہ ہٹایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ خواہ غیر مسلم ہوں جب قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ یہ سچی کتاب ہے۔ ایک جرمن سائنس داں پروفیسر الفریڈ کرونز میز کہتے ہیں ”اگر آپ زمین اور زمین کی ساخت اور سائنس سے متعلق قرآن میں مذکورہ آیات جمع کریں تو آپ کہہ سکتے ہیں یہ آیات سچی ہیں۔“ یوشیدی کسان، ٹوکیو کی ایک رصدگاہ کے ڈائریکٹر ہیں، وہ کہتے ہیں ”مطالعہ قرآن سے میں اس کائنات کی تحقیق کے لئے اپنے مستقبل کی راہ تلاش کرسکتا ہوں۔“ فرانس کے معروف محقق ڈاکٹر موریس بوکائے نے اپنے خطبات میں بار بار کہا کہ کائنات سے متعلق یہ بات سائنس داں آج بیان کررہے ہیں، جب کہ قرآن نے یہ راز آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے آشکارا کردیا تھا۔

جس طرح قرآن تخلیق کائنات کا راز بتارہا ہے، اسی طرح اس کائنات کے ختم ہونے اور پھر سے تخلیق پانے کا انکشاف بھی کررہا ہے، ابھی سائنس یہاں تک ہی پہنچی ہے کہ یہ کائنات جس طرح عدم سے وجود میں آئی، ایک دن واپس پرانی حالت پر لوٹ جائے گی۔ قرآن اسے ”قیامت“ کے نام سے موسوم کرتا ہے اور سائنس اسے ”عظیم آخری دھماکا“ کے نام سے بیان کرتی ہے۔ قرآن بتاتا ہے۔ ”جس دن ہم ساوی کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے، جیسے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ دیا جاتا ہے، جس طرح ہم نے کائنات کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اس عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم ایسا ضرور کرنے والے ہیں۔“

(سورۃ الانبیاء)

فلکی طبعیات کے ماہر امریکی سائنس داں جان ویلیر کے مطابق اگر کوئی شخص آئن اسٹائن کے ”نظریہ عمومی اضافیت“ کو سنجیدگی اور توجہ سے سمجھے تو وہ جان لے گا کہ کائنات کی آخری کششی تباہی ایک حقیقت پر مبنی ہے جو یقیناً ہوکر رہے گی۔

”سورۃ الانعام“ میں رب تعالیٰ فرماتا ہے ”اور وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جب وہ کہتا ہے، ہوجا، تو ہوجاتا ہے۔“ اور جس طرح تخلیق کے بارے میں واضح وبین انکشاف ہے اسی طرح اس کے خاتمے کے متعلق بھی کوئی شک وشبے کی گنجائش نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کیا یہ لوگ کائنات کے ارض وسما میں اور دیگر تخلیقات الٰہی میں غور نہیں کرتے، شاید ان کا اختتام قریب آچکا ہے، اس کے بعد آخر یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔“ (سورۃ الاعراف)

عصر حاضر میں قرآن کو سمجھنے اور کائنات سے متعلق امور کے اسرار و رموز پر غور وفکر کرنے کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ نیز موجودہ دور میں تبلیغ اسلام کے لئے اور مسلم اور غیر مسلم اقوام کے درمیان حائل خلیج کو پُر کرنے کے لئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

●●

کیا معاشی بحران پر قابو پایا جاسکے گا؟

ریاض حسین

۲/اپریل کو ایک روزہ جی ۲۰ کانفرنس کچھ سیاسی ارادوں، معاشی اصلاحات کے وعدوں اور عالمی رہنماؤں کے کچھ عالمگیر خوابوں کے اعلانات کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ جی ۲۰ کانفرنس ان حالات میں منعقد ہوئی جب عالمی معیشت ڈانواں ڈول ہے اور ہم ۳۰ کے عشرے کے بعد سب سے گہرے بحران کی طرف دھکیلے جارہے ہیں۔ غریب ملک تو اس بحران کی زد میں آئے ہی ہیں۔ ترقی پذیر اور امیر ملکوں کے عوام بھی معاشی ابتری سے شدید متاثر ہورہے ہیں، مثلاً گزشتہ تین ماہ میں امریکہ میں ۲۰ لاکھ لوگ بے روزگار ہوئے۔ وہاں ایک سال میں کاروں کی پیداوار نصف ہوکر رہ گئی ہے۔ مضبوط اور کامیاب معیشتیں شدید بحران کا شکار ہورہی ہیں۔ روس میں صرف ایک ماہ جنوری میں صنعتی پیداوار ۲۰ فیصد کم ہوگئی ہے۔ ان مذکورہ حالات میں جی ۲۰ کانفرنس کا رجائیت کے ساتھ خاتمہ کمزور ملکوں اور بدحال لوگوں کے لئے اُمید کی کرن ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر جاری کیا گیا مشترکہ اعلامیہ ۲۹ نکات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک مفصل اور جامع دستاویز ہے جس میں بگڑتی عالمی معیشت کو سدھارنے کے لئے ایک فارمولے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ عالمی رہنماؤں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اس وقت عالمی معیشت کو بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔

معیشت کی بحالی کے منصوبے میں محنت کش خاندانوں کے لئے ملازمتوں کی ضرورت کو محسوس کیا گیا ہے۔ اس کا دائرہ کار نہ صرف ترقی پذیر ملکوں بلکہ دنیا کی اُبھرتی ہوئی منڈیوں اور غریب ملکوں تک بھی بڑھایا جائے گا۔ اعلامیے میں حال ہی کی نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی تحفظ فراہم کرنے کو اہمیت دی گئی ہے۔ عالمی راہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ عالمی معیشت کو کساد بازاری سے نکالنے اور مستقبل میں اس طرح کے بحران کے پیدا ہونے کے امکان کے خاتمے کے لئے کیے گئے وعدوں کو نبھائیں گے۔ انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ تمام معاشی پالیسیوں پر عمل درآمد کے لئے باہمی تعاون کیا جائے گا اور ان پالیسیوں کے دیگر ممالک پر پڑنے والے اثرات کا لازماً خیال رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ جی ۲۰ ممالک اپنی کرنسیوں کی مسابقتی قدر میں کمی سے پرہیز کریں گے اور ایک دیرپا اور فعال بین الاقوامی مالیاتی نظام کے فروغ کے لئے کام کیا جائے گا۔

کانفرنس میں Strengthening the Financial System کے عنوان سے ایک ڈیکلریشن بھی جاری ہوا ہے جس کے تحت ایک نئے مالیاتی استحکام بورڈ (FSB) کے قیام کی منظوری دی گئی جو آئی ایم ایف کے تعاون سے ممکنہ میکرو اکنامک اور مالیاتی خطرات سے نہ صرف قبل از وقت آگاہ کرے گا بلکہ ان خطرات سے نمٹنے کے لئے ضروری اقدامات کی نشاندہی بھی کرے گا۔ وزرائے خزانہ کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس طرح کے دیگر فیصلوں کا اطلاق ایکشن پلان میں دیے گئے ٹائم ٹیبل کے مطابق کریں۔

مالیاتی استحکام بورڈ (FSB) اور عالمی مالیاتی فنڈ فنانشنل ایکشن ٹاسک فورس اور دوسرے متعلقہ اداروں کے ساتھ مل کر ترقیاتی کاموں کی نگرانی کریں گے مزید یہ کہ یہ دونوں ادارے اسی سال نومبر میں اسکاٹ لینڈ میں ہونے والے وزرائے خزانہ کے اجلاس میں اپنی رپورٹ پیش کریں گے۔

ممبر ممالک نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی اصلاح اور ان کو جدید خطوط پر استوار کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہے تاکہ نئے چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے ممبر ممالک اور شیئر ہولڈرز کی موثر امداد کی جاسکے۔ عالمی معیشت میں رونما ہونے والی نئی تبدیلیوں اور گلوبلائزیشن کے نئے چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لئے مالیاتی اداروں کی مینڈیٹ، دائرہ کار اور گورننس کو بہتر بنایا جائے گا۔ ترقی پذیر اور کمزور معیشت کے حامل ملکوں کو اپنے مالیاتی حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کے لئے آگے بڑھنے اور مناسب نمائندگی دینے کے مواقع دیئے جائیں گے۔ یہ بہتر طور پر تب ممکن ہے جب ان اداروں کو زیادہ قابل بھروسہ اور ذمہ دار بنایا جائے۔ اس کے لئے عالمی مالیاتی فنڈ کے گورنروں کو زیادہ بااختیار بنایا جائے گا۔ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے سربراہوں اور سینئر قیادت کی تعیناتی صاف شفاف انداز میں میرٹ کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے گی۔

مشترکہ اعلامیے میں یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ بحران کی زد میں آنے والے مرد وخواتین دونوں کے لئے خاندان دوست (Family Friendly) لیبر مارکیٹ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ اس لئے لندن جابز کانفرنس اور روم سوشل سمٹ کی رپورٹوں اور ان کے مجوزہ بنیادی اصولوں کو خوش آئند قرار دیا گیا ہے۔ اعلامیے کے آخر میں ممبر ممالک نے لفظوں کو عمل میں ڈھالنے کے لئے عہد کیا ہے کہ وہ جانفشانی اور پختہ ارادے سے مل کر کام کریں گے۔ اپنی Commitments پر ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لینے اور اگر ضرورت محسوس ہو تو مزید اقدامات کرنے کی غرض سے اسی سال ایک اور اجلاس بلانے کی منظوری بھی دی گئی ہے۔

جی ۲۰ ممالک کے سربراہوں نے معاشی بہتری، ملازمتوں کی فراہمی اور معاشی نظام پر اعتماد کی بحالی کے لئے ۱ء۱ ٹریلین ڈالر کے پیکیج کی منظوری دی ہے۔ انسان اور معاشی اداروں کی حالت سدھارنے کے لئے مختص کی گئی اس خطیر رقم میں مندرجہ ذیل رقوم بھی شامل ہیں۔

تمام آئی ایم ایف ممبران کے لئے بنائے گئے انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ اسپیشل ڈرائنگ رائٹس میں مختص رقم ۲۵۰ بلین ڈالر سے بڑھا کر ۵۰۰ بلین ڈالر تک کی گئی۔ عالمی سطح پر تجارت کو جاری و ساری رکھنے کے لئے ۲۵۰ بلین ڈالر کا ایک تجارتی فنانس پیکج ملٹی لیٹرل ڈولپمنٹ بینکوں کے ذریعے اضافی Lending کی کم از کم ۱۰۰ بلین ڈالر کی رقم۔

جی ۲۰ کانفرنس کے اختتام کے موقع پر عالمی راہنماؤں نے اپنے تاثرات بھی قلمبند کروائے ہیں۔ برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن کا کہنا ہے کہ ”آج کے دن عالمی کساد بازاری کے خاتمے کے لئے دنیا ایک جگہ اکٹھی ہوئی ہے۔ یہ اجتماع محض زبانی باتیں کرنے کے لئے نہیں بلکہ ایک وقت معینہ میں عالمی سطح پر (بگڑتی) معاشی صورتحال کے احیاء اور بہتری کے لئے ایک پلان بنانے کے لئے ہوا ہے۔“

بارک اوباما نے اس اعلامیے کو معاشی حالت کی بہتری کے لئے ایک نقطہ انقلاب قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک لندن کانفرنس ہر لحاظ سے ایک یادگار کانفرنس ہے۔ یہ کانفرنس درپیش چیلنج کی نوعیت، اس کے دائرہ کار اور ہمارے بروقت عملی اقدام کے حوالے سے یادگار ہے۔ برازیل کے صدر کے نزدیک ”یہ (مشترکہ اعلامیہ) برازیل یا کسی واحد ملک کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ انسانیت کی امیدوں کی تکمیل اور اس کی مستقبل کے لئے (جاری کیا گیا) ہے۔“ چینی صدر ہو جن تاؤ نے کہا ہے کہ باہمی اعتماد کو بڑھا کر اور اکٹھے کام کرکے ہم اپنی مشکلات پر قابو پاتے ہوئے اپنے مشترکہ مقاصد کو حاصل کرلیں گے۔ روسی صدر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ ۲۰ یا ۲۵ سال قبل یہ نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ مختلف معیشتوں کی حامل مختلف اقوام اور مختلف تاریخی روایات کے حامل مختلف اذہان ایسی پیچیدہ صورتحال میں ایک میز پر اکٹھے بیٹھ کر کسی لائحہ عمل پر متفق ہوسکیں گی۔

●●

دعوت

۲۲؍اپریل ۲۰۰۹ء

کچھ کرنے کی ضرورت ہے

عام انتخاب کا ایک مرحلہ جو پہلا مرحلہ تھا گزر گیا، مجموعی طور پر اس مرحلے میں ساٹھ فیصد رائے دہندگان نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ جس کو اطمینان بخش کہا جاسکتا ہے۔ لیکن بعض صوبوں میں اس میں گراوٹ آئی ہے۔ ۲۰۰۴ء کے عام انتخاب کے مقابلے میں یہاں بہت کم ووٹ پڑے یہاں تک کہ یہاں پچاس فیصد سے بھی کم ووٹ ڈالے گئے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں وہ علاقے بھی شامل تھے جو نکسلی انتہا پسند سرگرمیوں سے متاثر رہے ہیں اور اب بھی ان کے اثرات یہاں باقی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سیا جاسکتا ہے کہ پولنگ کے دوران متعدد جگہوں پر تشدد کے واقعات ہوئے جن میں کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ مرنے والوں میں سیکورٹی کا عملہ بھی شامل تھا، اس پر الیکشن کمیشن پر تنقیدیں بھی ہوئیں کہ اس نے ان تمام حساس علاقوں میں ایک ہی مرحلے میں الیکشن کرانے کا جو فیصلہ کیا وہ درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں سیکورٹی کے تقریباً دو درجن جیوانوں کی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، مگر چیف الیکشن کمشنر نے کمیشن کے اس فیصلے کا دفاع کیا اور یہ کہا کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ ایک سے زیادہ مرحلوں میں پرتشدد واقعات ہوئے اور متعدد قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ موضوع خود غور وفکر کا موضوع ہے کہ جن لوگوں نے اس انتخابی عمل سے نہ صرف علیٰحدہ رہنے کا فیصلہ کیا تھا بلکہ عام لوگوں کو بھی اس سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی، اس کا بنیادی سبب کیا ہے۔ کیا انہیں عام دھارے کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ کیا ان کی شکایتیں دور کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس پر غور کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جو امن وچین کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر اس کو یونہی چھوڑ دیا گیا تو شکایتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ آخر وہ بھی ہمارے ہی سماج کا حصہ ہیں۔ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے اس کو یونہی چھوڑ دیا تو نہ صرف ان کی شکایتیں نفرت میں بدل جائیں گی بلکہ اس کا بھی اندیشہ ہے کہ دشمن اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

اس انتخاب سے تبدیلی کی امید کی جارہی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تبدیلی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ انتخابات تاریخ کے ایک انتہائی نازک موڑ پر ہورہے ہیں۔ ملک کے اندرونی حالات کے اعتبار سے بھی، ہمسایہ ملکوں کے حالات کے لحاظ سے بھی اور عالمی حالات کے نقطۂ نظر سے بھی۔ امریکہ میں اقتدار کی تبدیلی نے پوری دنیا کو ایک طرح سے متاثر کیا ہے۔ ظاہر ہے ہندوستان پر بھی اس کے اثرات کا پڑنا فطری اور لازمی ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی اقتدار کی تبدیلی عمل میں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں۔ پاکستان میں بھی اقتدار جمہوری طاقتوں کو منتقل ہوا ہے۔ اس سے پہلے نیپال میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور لوک شاہی کا قیام عمل میں آیا۔ افغانستان میں صدارتی انتخاب ہونے والے ہیں۔ مالدیپ میں بھی نئی حکومت بنی ہے۔ لیکن ان تمام ملکوں میں افراتفری کا ماحول ہے۔ بنگلہ دیش میں حال ہی میں بنگلہ دیشی رائفلز نے بغاوت کی تھی۔ سری لنکا کے حالات بھی نہایت ابتر ہیں۔ پڑوسی ہونے کے ناطے ہندوستان کا ان کے حالات سے متاثر ہونا تعجب خیز نہیں ہے، ایسی حالت میں مثبت اور خوشگوار تبدیلی کی امید رکھنا بلکہ تمنا کرنا ہر دردمند انسان کی خواہش ہوگی۔ اس میں ہمارے سیاستدانوں کا کردار بنیادی اور کلیدی ہے۔ انہیں حالات کو خوشگوار بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے بلکہ ان کا مقصد ومنتہا یہی ہونا چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حالات کو بگڑنے نہ دیں، لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ الیکشن مہم کے دوران وہ ایسے طریقے اختیار کررہے ہیں جس سے تناؤ پیدا ہورہا ہے۔ تعلقات میں بدمزگی پیدا ہورہی ہے، انہیں تو الیکشن مہم کو شائستہ رکھنا چاہئے اور اپنی توجہ ایشوز پر مرکوز رکھنی چاہئے۔ عوام یعنی رائے دہندگان کو حالات کی نزاکت سے آگاہ رکھتے ہوئے حالات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ ابھی عام انتخاب کے چار مرحلے باقی ہیں۔ ان میں اس کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس سے مثبت اور خوشگوار تبدیلی کی امید کی جاسکتی ہے۔

خانہ جنگی کی سنگین صورتحال فوری حل کا تقاضا کررہی ہے

شورش کو دبانا جتنا ضروری ہے، عام لوگوں کے مفادات کا خیال رکھنا بھی اتنا ہی اہم اور ضروری ہے

سری لنکا نے ایل ٹی ٹی ای کے ساتھ طویل عرصے سے جاری جنگ فی الفور بند کرنے کی بین الاقوامی برادری کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے واضح کردیا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا فیصلہ لینے کو ہرگز تیار نہیں ہے جو ملک کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ ایک روز قبل ہی ہندوستان نے ایل ٹی ٹی ای کے خلاف جاری فوجی کارروائی کے دوران وہاں پر پھنسے ہوئے لاکھوں تمل باشندوں کی قابل رحم حالت پر تشویش کا اظہار کیا تھا۔ وزیر داخلہ پرنب مکھرجی نے کلکتہ میں عجلت میں بلائی گئی ایک پریس کانفرنس میں سری لنکا کی حکومت سے اپیل کی تھی کہ جنگی خطے میں پھنسے ہوئے شہریوں کو نکالنے کے لئے محفوظ راستہ فراہم کیا جائے۔ ہندوستان نے سخت الفاظ میں کہا کہ تمل شہریوں کو نقصان پہنچانے والی فوجی کارروائی منظور نہیں ہے۔ اس سے شہریوں کے مسائل میں مزید اضافہ ہورہا ہے۔ ہندوستان نے یہ بھی کہا ہے کہ ایل ٹی ٹی ای کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے زیر کنٹرول شہریوں اور یرغمال بنائے گئے لوگوں کو آزاد کرے۔

ہندوستان کا کہنا ہے کہ سری لنکا کی حکومت نو فائر زون میں پھنسے شہریوں کی ابتر صورتحال اور انسانی ابتری سے منہ نہیں موڑ سکتی۔ فوجی کارروائی سے تمل باشندوں کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابل تسلیم ہے۔ تاہم ہندوستان نے اس مسئلے پر کسی بھی قسم کی ثالثی سے انکار کیا ہے۔ ہندوستان کے اس سخت موقف کی ایک وجہ حکومت پر لگاتار بڑھتا ہوا دباؤ بھی ہے۔ تمل ناڈو میں عام انتخابات کے دوران سری لنکا میں پھنسے ہوئے تمل باشندوں کا مسئلہ زور وشور کے ساتھ اچھالا جارہا ہے۔ تمل نیشنل الائنز کے لیڈر آر سمپشن کی سربراہی میں چار ممبران پارلیمنٹ کے ایک وفد نے قومی سلامتی کے مشیر ایم کے نارائنن اور خارجہ سکریٹری شیوشنکر مینن سے ملاقات کی۔ ان لیڈروں نے ملاقات کے دوران کہا کہ ہندوستان کو سری لنکا کی حکومت پر طویل جنگ بندی کے لئے دباؤ ڈالنا چاہئے۔ تمل ناڈو کے وزیراعلیٰ ایم کرونا ندھی نے بھی کہا ہے کہ اگر سری لنکا جنگ بندی کے سلسلے میں ہندوستان کی اپیل کا احترام نہیں کرتا ہے تو اس سے سیاسی روابط ختم کرلینے چاہئیں۔ دوسری طرف یو پی اے میں شامل پی ایم کے کے لیڈر ڈاکٹر ایس رام داس نے یو پی اے حکومت پر سری لنکا کے تمل باشندوں کو دھوکہ دینے کا الزام عائد کیا ہے۔

اقوام متحدہ نے تمل شہریوں کی پریشانیوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ سکریٹری جنرل بان کی مون نے اقوام متحدہ کے ایک افسر اور ہندوستان کے معروف ماہر سیاسیات وجے نامبیار کو سری لنکا کی حکومت سے اس مسئلے پر گفتگو کے لئے بھیجا ہے۔ امریکہ نے ایل ٹی ٹی ای کے ساتھ جاری جنگ کو روک کر ذات پات کے اس مسئلے کے سیاسی حل کے لئے اعتدال پسند تمل باشندوں کے ساتھ گفت وشنید کا سلسلہ شروع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ امریکہ نے اعتدال پسندوں کے لئے اقتدار میں اشتراک کی تجویز پیش کرنے کا بھی مشورہ دیا ہے تاکہ تمل باشندوں کی خواہشات کو اہمیت دے کر پائیدار امن کی بحالی کو یقینی بنایا جاسکے۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ ملک میں پائیدار امن صرف سیاسی حل کے ذریعے سے ہی ممکن ہے جو بھی طبقات کے جذبات کے مطابق ہو۔ امریکہ نے مخدوش خطے میں پھنسے ہوئے باشندوں کو نکالنے کے لئے فی الفور جنگ بندی کا بھی مشورہ دیا ہے۔

سری لنکا کے صدر مہندراج پکشے نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ حکومت کے فیصلے کی درستگی پر فیصلہ لینے کا حق صرف عوام کو ہے۔ یہ حق ان چند لیڈروں کو بھی حاصل نہیں ہے جو ملک کو دھوکہ دیتے ہوئے دنیا میں گھوم رہے ہیں اور بین الاقوامی برادری کو گمراہ کررہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ ملک کے تعلق سے بین الاقوامی دباؤ میں کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہیں گے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت نے جو بھی فیصلے کئے ہیں وہ عوام کی خواہشات کی بنیاد پر کئے گئے ہیں۔ عوام کی صرف ایک ہی درخواست ہے کہ ملک متحد رہے تقسیم نہ ہو۔

سری لنکا میں جاری خانہ جنگی کا سلسلہ گزشتہ چھبیس برسوں پر محیط ہے۔ اس دوران بے شمار جانی ومالی نقصان ہوا اور نہ جانے کتنے لوگ بے گھر ہوگئے۔ حالیہ دنوں اس میں اس وقت شدت آگئی جب سری لنکا کی حکومت نے ایل ٹی ٹی ای کے مکمل خاتمے یا غیر مسلح ہونے تک جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس دوران بھی بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اس جنگ میں ایل ٹی ٹی ای کو زبردست نقصان ہورہا ہے اور ہر محاذ پر اس کی شکست ہورہی ہے۔ اس وقت ایل ٹی ٹی ای جافنا کے ایک علاقے میں ساحل کے کنارے چودہ مربع کلومیٹر کے دائرے میں محدود ہوکر رہ گئی ہے۔ عالمی برادری کے لئے تشویش کی بات یہ ہے کہ ایل ٹی ٹی ای نے فوجی پیش رفت کو روکنے اور حتمی شکست سے بچنے کے لئے ایک لاکھ سے زائد تمل باشندوں کو یرغمال بنا لیا ہے اور اس سے بھی زیادہ تشویش اس امر پر ہے کہ اس نے ہزاروں تمل باشندوں کو بالجبر اگلے محاذوں پر لگا رکھا ہے تاکہ فوجی حملے کے وقت یہ ڈھال کا کام کریں۔ حالانکہ یہ تمل باشندوں کے حقوق کی بازیافت کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ بہرحال انسانی جان ومال، حقوق انسانی کا تحفظ اور شہریوں کے ساتھ عدل وانصاف خواہ ان کا تعلق کسی بھی خطے اور ملک سے ہو ضروری ہے اور اسے اولین ترجیح دی جانی چاہئے۔ ●●

رائے دہندگان کسی تبدیلی کے منتظر ہیں

خورشید عالم

مالیگاؤں بم دھماکے کے سلسلے میں ابھینو بھارت اور ہندو راشٹر کے قیام کے لئے کی جانے والی خفیہ سازشوں اور کوششوں کے انکشاف نے پورے ملک کے ہندو مسلم اور سیکولر و جمہوری نظام حکومت پر یقین رکھنے والوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن یہ حیرت کے ساتھ افسوسناک بات ہے کہ اس کے سلسلے میں سیاسی، ثقافتی پارٹیوں اور تنظیموں کو جس سرگرمی اور طاقت کے ساتھ سامنے آنا چاہئے وہ نہیں ہوا۔ ہندوستان کا پورا نظام اور سسٹم ایک سیکولر آئین کے تحت جمہوری نظام پر مبنی ہے۔ اس کو ختم کرکے ہندو راشٹر قائم کرنے کی کوشش یا اس کا اعلان ظاہر ہے ایک سنگین معاملہ ہے اس طرح کی سرگرمیوں کے لئے ملک کے آئین میں کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ ممبئی کی خصوصی عدالت کے جج شندے نے اس کی طرف واضح لفظوں میں اشارہ کیا کہ اس طرح کی غیر آئینی سرگرمیوں کی چھوٹ نہیں دی جاسکتی۔ سوال یہ ہے کہ جب اس طرح کی غیر آئینی سرگرمیوں اور سیکولر نظام حکومت کو ختم کرکے دوسری حکومت بنانے کی آئینی طور پر گنجائش نہیں ہے تو اس طرح کی سرگرمیوں کو تمام سرکاریں چاہے وہ کسی پارٹی کی ہوں، پھیلنے کے مواقع کیوں فراہم کرتی رہی ہیں۔ آر ایس ایس کا دستور اور اعلان اور اس کے تمام سربراہیوں کے بیانات ۱۹۲۵ء سے لے کر اب تک یہی ہے کہ ہماری تمام تر سرگرمیوں کا مرکز ومحور ہندو راشٹر کا قیام ہے اور یہ ایک ایسا بنیادی مقصد ہے جس میں کسی طرح کی ترمیم یا تبدیلی نہیں کی جاسکتی ہے۔ حال ہی میں مشہور ہندی انگریزی جریدہ تہلکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے آر ایس ایس کے سابق ترجمان رام مادھو نے بھی اس کو واضح طور پر کہا ہے کہ ہندو راشٹر کے قیام کا معاملہ سنگھ کے بنیادی مقصد سے جڑا ہوا ہے۔ چاہے کوئی بھی سرسنگھ سنچالک بنے، نہ تو اس میں ترمیم کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی بھی عہدیدار، کارکن جاسکتا ہے۔ سنگھ کے نئے سربراہ موہن راؤ بھاگوت نے چارج لیتے ہی اور دہلی کے تاریخی رام لیلا میدان میں یہ اعلان کیا کہ ہم ہندو راشٹر کے لئے پابند عہد ہیں اور بھارت ہندو راشٹر ہے اور یہاں رہنے والے بھی ہندو ہیں۔ یہ اعلان اور عہد ظاہر ہے کہ ملک کے سیکولر آئین سے جوڑ نہیں کھاتا ہے۔ آر ایس ایس کے عہد اور اعلان، ابھینو بھارت کی سرگرمیوں دونوں کو ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں سنگھ اور ابھینو بھارت کے تشکیل کردہ ہندوستان کی تصویر واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ آر ایس ایس کے لوگ مالیگاؤں بم دھماکے کے بعد اگرچہ خود کو ابھینو بھارت اور اس کی سرگرمیوں سے الگ دکھانے کی کوشش کررہے ہیں، لیکن دونوں کی سرگرمیوں، اعلان اور عہد کو دیکھا جائے تو اس میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آرہا ہے۔ اس تعلق سے دو نکتے بہت اہم اور قابل توجہ ہیں۔ ایک بات تو یہ کہ مالیگاؤں بم دھماکے کے سلسلے میں جو چارج شیٹ داخل کی گئی ہے اور جو دوسری باتیں ہیں ان میں موہن راؤ بھاگوت کا نام بھی آیا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہندو راشٹر کے قیام کے سلسلے میں سنگھ اور ابھینو بھارت دونوں کا نام موساد اور اسرائیل سے بحیثیت معاون ومددگار کے آچکا ہے۔ یہ بات سب کے علم میں میڈیا کے توسط سے بھی آچکی ہے کہ گزشتہ دنوں یہودیوں کا ایک اعلیٰ سطحی وفد ہندوستان آیا تھا اور اس نے آر ایس ایس، بی جے پی اور بعض مسلمانوں سے ملاقات اور تبادلۂ خیال بھی کیا تھا۔ آڈوانی کے گھر یہودی رہنماؤں کی دعوت اور طویل بات چیت کے ساتھ آر ایس ایس کے ترجمان آرگنائزر اور پانچ جنیہ دونوں کی منظور کردہ مشترکہ لائحہ عمل اور تجویز کو بھی شائع کیا گیا تھا۔ جس میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ ہمیں اپنے مقصد کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنا چاہئے۔ لیکن وہ مقصد کیا ہے اس کو پورے طور سے سامنے نہیں لایا گیا۔ وہ مقصد کہیں یہی ہندو راشٹر کا قیام تو نہیں۔ اسی موقعے پر ایک ہندی روزنامہ نے تصویر کے ساتھ آر ایس ایس، بی جے پی اور یہودی پیشواؤں کی خفیہ ملاقاتوں اور پروگراموں کی خبر شائع کی تھی۔ ۲۶/۱۱ کے ممبئی بم دھماکے کے تناظر میں موساد اور اسرائیل کی خفیہ سرگرمیوں کی خبریں چاہے وہ غیر اہم انداز میں ہوں۔ میڈیا میں چھن چھن کر آتی رہی ہیں۔ اسرائیل سے دفاعی سودے اور ریلیز ہونے والی میوزک البم ڈینگا ڈینگا ڈی میں جو تصویر پیش کی گئی ہے اس سے اندازہ لگانا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ کہ اندرون خانہ مختلف پارٹیوں میں آر ایس ایس اور یہودی لابی کی زبردست گھس پیٹھ ہوچکی ہے۔ معتبر ذرائع اور خود آر ایس ایس کے سابق ترجمان رام مادھو نے واضح لفظوں میں یہ بات کہی ہے کہ آر ایس ایس کے ممبر کانگریس سمیت سیاسی پارٹیوں میں ہیں۔ اس سلسلے میں بڑی حیرت ہے کہ کسی بھی سیاسی پارٹی کی طرف سے اس کی تردید سامنے نہیں آئی ہے۔ یہ سوال جدا ہے کہ آر ایس ایس اور ابھینو بھارت کا ہندو راشٹر کیسا ہوگا؟ بھاگوت نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ بھارت ہندو راشٹر ہے۔ جب بھارت ہندو راشٹر ہے اور زندگی کے تقریباً تمام شعبوں پر اکثریتی فرقے کے لوگوں کا ہی کنٹرول ہے تو پھر کوشش کس ہندو راشٹر کے قیام کے لئے ہورہی ہے؟ ویسے اس کا جواب سنگھ کے لٹریچر اور عمل سے مل جاتا ہے کہ اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے ملک میں وہ جگہ اور حیثیت نہیں ہوگی جو ایک سیکولر ملک میں آئینی طور پر فی الحال ہے اور اسی ہندو راشٹر کے لئے کوشش ہورہی ہے جس میں مسلمان اور عیسائی نہ تو ملک کے وفادار ہوسکتے ہیں اور نہ ہی مالک اور حصہ دار بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ مکان کے کرایہ دار کی حیثیت رکھیں گے، کیونکہ سنگھ کا ماننا ہے کہ یہ ماتر بھومی (مادر وطن) کے اصلی پتر نہیں ہیں۔ سیکولرازم کو نقلی اور جعلی قرار دینے اور اس کی تضحیک کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ملک کے باشندوں کا ذہن سیکولرزم اور جمہوریت سے ہٹا کر ہندو راشٹر کے نظریہ سے جوڑا جائے۔ اس سلسلے میں سنگھ کے دوسرے سرسنگھ سنچالک نظریہ ساز گولوالکر کے اس تبصرے سے صورتحال کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ گولوالکر کا کہنا ہے: ”سیکولرازم کا بنیادی نظریہ جیسا کہ مغرب میں ظہور پذیر ہوا اس کی ہمارے ملک میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سیکولرزم اور نیشنلزم کو برابر قرار دینے میں کنفیوژن ہے۔ یہ دونوں کبھی بھی ایک نہیں ہوسکتے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ صاحبان اقتدار کے نزدیک سیکولرزم قابل عمل ہے جو اصل میں ہندو وازم مخالف ہے“۔ اس تبصرے سے جن سنگھ جس کی نئی شکل بی جے پی ہے کے پہلے انتخابی منشور کی بات کو جوڑ کر دیکھنے سے تصویر ایک طرح سے مکمل ہوتی نظر آتی ہے۔ مینی فیسٹو میں بالکل واضح طور پر کہا گیا ہے: ”مخلوط ثقافت کی کوئی بات غیر حقیقی، غیر منطقی اور خطرناک ہے کیونکہ اس سے انتشار پسند رجحانات کو تقویت ملتی ہے۔ نام نہاد سیکولر مخلوط قوم پرستی نہ تو قوم پرستی ہے اور نہ سیکولرزم بلکہ ان لوگوں کا فرقہ پرستی سے سمجھوتہ ہے جو ملک سے محض اپنی زبانی وفاداری کی قیمت چاہتی ہیں“۔ آر ایس ایس کے ہندو راشٹر اور اس کے لئے ابھینو بھارت کی سرگرمیوں کو اسرائیل کی مدد اس کے قیام میں شامل کرکے اور ادھر بی جے پی کے عام انتخابی عمل میں مسلمانوں سے مدد مانگنے سے جو صورتحال ابھر کر سامنے آرہی ہے وہ سیکولر بھارت اور اس میں رہنے والی اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں کے لئے تشویش پیدا کرتی ہے۔ ابھی حال ہی میں ڈاکٹر منیش کمار نے اپنے ایک تفصیلی تجزیہ میں جو ہندی ہفت روزہ ’چوتھی دنیا‘ میں شائع ہوا ہے اس میں بہت واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ موساد اور اسرائیل بی جے پی کی حکومت بنانا چاہتا ہے۔ یہودیوں کے چیف ربی کی بات کے معنی اس تناظر میں بخوبی نکالا جاسکتا ہے کہ: ”میں کسی کے گھر کھانا کھانے نہیں جاتا، یہ ہماری روایت کے خلاف ہے۔ آڈوانی جی کے گھر آیا ہوں، کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ میں اپنے گھر آیا ہوں“۔ ●●

سوات میں حکومت پاکستان کی، فیصلے شریعت کے تحت ہونگے

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے گورنر اویس احمد غنی نے نظام عدل قانون ۲۰۰۹ء پر دستخط کردیئے ہیں جس کے تحت صوبے کے ملاکنڈ ڈویژن میں قاضی کورٹوں (شرعی عدالتوں) کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ گورنر مذکور نے دستخط سے متعلق تقریب کے دوران یہ بھی اعلان کردیا کہ اب نظام عدل کے ضابطہ کے تحت قاضی کورٹس اپنا کام کریں گے۔ اس دوران تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے سربراہ مولانا صوفی محمد نے جو طالبان کے ساتھ امن گفتگو کررہے ہیں کہا تھا کہ نظام عدل قانون کی تشریح صدر مملکت آصف علی زرداری کے دستخط کے بعد نافذ ہوگئی۔ اس کے چند ہی روز بعد صدر زرداری نے دستخط کردیئے۔ یہ قانون صوبائی حکومت اور تحریک نفاذ شریعت کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کا نتیجہ ہے جس کے تحت ۱۵؍فروری کو فریقین کے درمیان پانچ نکات پر اتفاق کے بعد مذاکرات کامیاب ہوگئے تھے اور سوات میں عسکریت پسندوں نے دس دن کے لئے فائر بندی کا اعلان کردیا تھا۔ معاہدہ کے تحت سوات میں تمام گرلز اسکول دوبارہ کھول دیئے اور کالعدم تحریک نفاذ شریعت کے سربراہ مولانا صوفی محمد کے مضبوط انتظامیہ کے قیام اور اس کی عوام میں مقبولیت کیلئے کردار ادا کرنے کا معاملہ طے ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے صدر مملکت کے زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں ملاکنڈ میں نظام عدل کے نفاذ کے لئے قانون سازی پر اتفاق کرلیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں سوات میں حکومت اور طالبان کے درمیان بھی مذاکرات کامیاب قرار پائے تھے اور ابتدائی طور پر طالبان نے پندرہ روز کیلئے جنگ بندی کا اعلان کردیا تھا اور کہا تھا کہ نظام عدل نافذ ہوگیا تو دس دن بعد مکمل فائر بندی ہوگی۔ صوبائی حکومت کی طرف سے اعلامیہ اور مولانا صوفی محمد سے مذاکرات کے بعد سوات میں عسکریت پسندوں کے رہنما مولانا فضل اللہ نے اپنے ایف ایم ریڈیو پر اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ ان دس دنوں کے دوران کسی بھی سرکاری عمارت پر فائرنگ نہ کریں تاہم وہ ہروقت تیار مسلح رہیں اور اپنے مورچوں ہی میں رہیں۔ اس دوران اگر سیکورٹی فورسیز نے ان کے مورچوں پر فائرنگ کرنے یا انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو فائر بندی کا اعلان ختم ہوجائیگا اور عسکریت پسند سیکورٹی فورسز کے خلاف کارروائی کریں گے۔

مذکورہ اعلان کے دس دن تک حالات نارمل رہنے پر طالبان نے فائر بندی کا اعلان غیر معینہ مدت کیلئے کردیا اور اس پر کاربند رہے، انھوں نے حکومت کے تمام قیدی ایف سی اور پولیس اہلکاروں کو غیر مشروط طور پر رہا کردیا۔ اسلحہ کی نمائش اور بازاروں میں مسلح چلنا پھرنا بند کردیا۔ اپنا عدالتی نظام روک دیا اور سیکورٹی فورسیز کے لئے راشن لے جانے کی اجازت دیدی، جبکہ ان کا کہنا تھا کہ دوسری جانب سے تاحال عہد شکنی جاری ہے۔ ہیلی کاپٹروں کی بلاجواز پروازیں جاری ہیں۔ سربانڈوہ میں شیلنگ کی گئی، سیکورٹی فورسز نے مارچ کے دوران طالبان پر فائرنگ کی، مزید مورچے بناتے جارہے ہیں پولیس کا گشت زور وشور سے جاری ہے۔ طالبان کا ایک قیدی بھی رہا نہ ہوسکا۔ بلکہ مزید افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ قاضیوں کی تعیناتی کے حوالے سے سوات میں حکومتی عملداری نہ ہونے کا بہانہ بنایا جاتا رہا۔ لیکن کیا دیر، بونیر اور چترال میں بھی حکومت کی رٹ نہیں تھی، پھر بھی وہاں شرعی نظام نافذ نہیں کیا گیا۔ سیکورٹی فورسیز نے صرف ملایا روڈ سے رکاوٹیں ہٹائیں۔ اس دوران فوجی ترجمان کا یہ بیان حالات خراب کرنے اور دوغلی پالیسی کے واضح ثبوت کے طور پر سامنے آیا کہ سوات میں شریعت کا نفاذ نہیں بلکہ جنگی حکمت عملی مرتب کی جارہی ہے۔ اس دوران ۳؍مارچ کو دونوں طرف سے ہونے والی فائرنگ میں دو اہلکاروں سمیت تین افراد جاں بحق ہوگئے تھے اور امن معاہدہ کے ٹوٹ جانے کی باتیں ہونے لگی تھیں۔

یاد رہے کہ سوات اور کوہستان کے عوام ۱۹۶۹ء سے شرعی نظام عدل کے نفاذ کا مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح وادی سوات میں طویل خونریزی اور بدامنی کے بعد حکومت سرحد اور تحریک نفاذ شریعت محمدی کے درمیان یہ معاہدہ طے پاگیا جس کا مقصد سوات میں امن قائم کرنا اور عسکریت پسندوں سے ہتھیار ڈلوانا ہے۔ اسلام کے نام سے دہشت زدہ طاقتوں نے اس معاہدے پر دستخط ہوتے ہی ساری دنیا کو ڈرانا شروع کردیا بلکہ دھمکیاں بھی دینے لگیں۔ بیرونی طاقتوں نے ہی نہیں خود بعض پاکستانی عناصر نے بھی اس معاہدہ کو طالبانائزیشن کی فتح اور اس کامیابی کے بعد پورے ملک میں شرعی نظام عدل کے نافذ ہونے کے ”خطرے“ کا ڈھول پیٹنا شروع کردیا۔ جبکہ مولانا صوفی محمد نے سوات کے طالبان لیڈر مولانا فضل اللہ سے جو ان کے داماد بھی ہیں عسکریت ترک کردینے کی اپیل کی ہے اور کہا ہے کہ ملاکنڈ ڈویژن پر آئین کے تحت پاکستان کی حکومت ہوگی، لیکن فیصلے شریعت کے تحت ہوں گے۔ وہاں قاضی حکومت پاکستان کے تحت کام نہیں کریں گے۔ اب قانون بن جانے کے بعد دنیا کو اس کے نتائج پر نظر رکھنی چاہئے یہ دانشمندی ہوگی۔ ●●

فکر معاصر

غلط طرز عمل

کوئی معمولی آدمی قتل بھی کر دیتا ہے تب بھی اتنا بڑا جرم نہیں ہوتا جتنا بڑا جرم کسی مقدس اور انتہائی قابل احترام شخصیت کی اہانت کرنے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے مقدس شخصیت کے پرستاروں کو بے چین کر کے جھگڑے اور فساد کی بنیاد رکھنا ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے بدترین فرقہ پرست اور تنگ نظر وفسادی ذہنیت رکھنے والے لوگ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اسی لئے وہ جب لوگوں کو لڑوا کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یہی حرکت کرتے ہیں۔ بعض سیاسی جماعتیں اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے منافرت کو بہت ضروری سمجھتی ہیں ایسی جماعتیں کسی نہ کسی بہانے لوگوں کے جذبات مشتعل کر کے فساد کرانا انتہائی کامیاب نسخہ سمجھتی ہیں۔ بدقسمتی سے ان کو اس طرح فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ آج پارلیمانی انتخابات کے موقع پر بھی سیاسی جماعتیں اپنی اپنی کامیابی کے لئے طرح طرح کی کوشش کر رہی ہیں وہ اپنے عزائم ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے منصوبوں سے عوام کو متوجہ کر کے ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ان کا ماضی داغدار ہے اور مستقبل کے ارادے بڑے ناپاک ہیں ان کے پاس سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ وہ لوگوں کو لڑوا کر اپنا الو سیدھا کریں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی جو اقتدار حاصل کرنے کے لئے باؤلی ہو رہی ہے کسی نہ کسی طرح مرکز پر قابض ہو جانا چاہتی ہے۔ اس کے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگوں کو لڑوا دے اس طرح ان کو ووٹ ہی نہ ڈالنے دے جن سے اس کو خطرہ ہے کہ وہ اس کے خلاف ہی ووٹ دیں گے۔ گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی اس پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ وہ ملک میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں انہیں نفرت پھیلانے میں کمال حاصل ہے اس لئے ان کی کوئی بھی تقریر ایسی نہیں ہوتی جس میں مسلمانوں پر نازیبا حملے نہ ہوں۔ اتر پردیش میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے نوجوان رہنما ورون گاندھی نے اپنی پہلی انتخابی تقریر میں کچھ ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ حکومت انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیلنے پر مجبور ہوگئی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کسی قاعدے قانون کو نہیں مانتی وہ مسلمانوں کو دبا کر رکھنے اور انہیں ملک دشمن ثابت کرنے ہی کی کوششوں میں منہمک رہتی ہے اسے یقین رہتا ہے کہ وہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر آسانی سے وہ سب کچھ کرا سکتی ہے جو کہ دوسرے طریقوں سے ممکن نہیں۔ آج بھارتیہ جنتا پارٹی کے خیموں میں اداسی چھائی ہوئی ہے۔ مایوسی اور محرومی بڑھ رہی ہے اسے محسوس ہو رہا ہے کہ لوگ اس کو ووٹ دے کر حکومت سازی کا موقع نہیں دیں گے۔ اس لئے اب وہ اپنے آزمائے ہوئے نسخے استعمال کر رہی ہے۔ حالانکہ اس وقت ماحول کسی بھی طرح ناسازگار نہیں ہے کوئی نفرت اور حقارت کہیں نہیں پائی جاتی ہے۔ سبھی بڑی سیاسی جماعتیں اور ممتاز سیاسی شخصیتیں عوام کی حمایت حاصل کر کے پارلیمنٹ میں پہنچنا چاہتی ہیں وہ اپنے منصوبے بتا رہیں لوگوں کی بہتری اور ترقی وخوشحالی کے طریقے اختیار کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں اس لئے وہ سبھی کی حمایت چاہتی ہیں۔ کسی قسم کی کوئی نفرت کہیں نہیں پائی جاتی۔ ہندو مسلمانوں سے مل جل کر ان کی حمایت چاہتے ہیں تو مسلمان بڑھ چڑھ کر اپنے پسندیدہ ہندو رہنماؤں کی ہر ممکن طریقے سے مدد کر رہے تھے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے رہنماؤں کو یہ سب بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے کیونکہ یکجہتی اور خلوص اور اعتماد کے ماحول میں اس کو اپنی دال گلتی نہیں نظر آرہی ہے اس لئے ایسا کرنا ضروری ہے کہ جس سے یہ اچھا ماحول بدل جائے محبت کی جگہ نفرت ہو اور اتحاد کی جگہ انتشار ہو۔ ہندو مسلم باہم شیر وشکر نہ ہو دست وگریباں ہوں کیونکہ ایسے میں اسے اکثریت کی حمایت حاصل کر کے جیت حاصل کرنا آسان لگتا ہے۔

(روزنامہ ''آگ''، لکھنؤ)

ترک پارلیمنٹ سے اوبامہ کا خطاب

''ترکی کی عظمت کا راز اس کی جغرافیائی مرکزیت میں پوشیدہ ہے''

امریکہ کے نئے صدر بارک حسین اوبامہ نے اپنے پہلے سفر یورپ کے دوران ترکی کا دورہ بھی کیا تھا اور ۶ر اپریل کو ترک پارلیمنٹ سے خطاب بھی کیا تھا۔ اس خطاب کے اس جملے کو عالمی پریس نے خاصی اہمیت دی تھی کہ ''امریکہ نہ تو اسلام کے خلاف برسرپیکار ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا۔'' اپنے اس خطاب میں صدر امریکہ نے ترکی کی تاریخ اور اس کے موجودہ حالات کا جائزہ امریکہ کے طے شدہ مفادات کے نقطۂ نظر سے لیا تھا انہوں نے ترکوں کو موجودہ سیکولرزم اور لادینی جمہوریت کے راستہ پر گامزن رہنے کی ''تلقین'' کی اور کسی تبدیلی کے خلاف خبردار کیا۔ اوبامہ نے کہا کہ ترکی کا مستقبل بہت پہلے (اتاترک کے زمانے میں) طے ہو چکا ہے۔ اب نئے سرے سے اس کے مستقبل پر غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے سمت کی تبدیلی پر غور کرنے والوں کو دبی زبان میں دھمکی بھی دی کہ انہیں طاقت کی زبان سے سبق سکھانا ہوگا۔ بہرحال ترکی کے ایوان قانون ساز میں صدر امریکہ کا یہ خطاب اس پہلو سے بہت اہم تھا کہ وہاں اس وقت صدر اور وزیر اعظم دونوں اسلامی ذہن رکھنے والے ہیں۔ البتہ لادینیت کے ماحول میں تربیت پانے والی فوج آج بھی بہت مضبوط ہے اور اسے مداخلت کے غیر جمہوری وغیر اخلاقی اختیارات حاصل ہیں۔ اور اس وقت امریکہ کا سب سے بڑا سہارا وہی ہے۔ خطاب کا یہ ترجمہ ہمیں امریکی سفارت خانے کے شعبہ امور عامہ نے بھیجا ہے اور یوں اس ترجمہ کی حیثیت سرکاری ہے —— ایڈیٹر

یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے اس ایوان سے خطاب کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ میں دونوں ملکوں کے درمیان اتحاد اور دوستی کو مضبوط بنانے کا عزم رکھتا ہوں۔

صدر امریکہ کی حیثیت سے یہ میرا پہلا غیر ملکی دورہ ہے۔ میں نے لندن میں جی-۲۰ سربراہ کانفرنس، اسٹراسبرگ میں نیٹو سربراہ کانفرنس اور پراگ میں یورپی یونین کی سربراہ کانفرنسوں میں شرکت کی ہے۔ بعض لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا، کیا آپ انقرہ اور استنبول بھی جائیں گے اور اس طرح دنیا کو کوئی پیغام دیں گے، تو میرا اُن کو جواب تھا: ہاں! ترکی نہایت اہم اتحادی ملک ہے۔ ترکی یورپ کا بڑا اہم حصہ ہے۔ ترکی اور امریکہ کو اکٹھے کھڑا ہونا چاہئے اور اکٹھے کام کرنا چاہئے موجودہ دور کے چیلنجوں پر قابو پانے کے لئے۔

آج صبح مجھے ترک جمہوریہ کے عظیم بانی کے مقبرے پر جانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ میں ان کے خوبصورت مقبرے سے بہت متاثر ہوا، جو ایک ایسی شخصیت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے، جس نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔ لیکن اس حقیقت کو بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ اتاترک کی زندگی کی عظیم ترین یادگار ایسی نہیں، جسے پتھر اور سنگ مرمر میں ڈھالا جا سکے۔ ان کا عظیم ورثہ ترکی کی مضبوط، فعال اور سیکولر جمہوریت ہے اور ان کا مشن یہ اسمبلی جاری رکھے ہوئے ہے!

ہماری دوستی آج بھی مضبوط و مستحکم اور ہمارا اتحاد آج بھی قائم و دائم ہے۔ دونوں ملکوں کی یہ دوستی دوسری عالمی جنگ کے بعد اس وقت خوب پھولی پھلی، جب صدر ٹرومین نے ترکی کی آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کرنے کا عہد کیا اور ترکی نے نیٹو میں شمولیت اختیار کی۔ ترک فوجی ہمارے فوجیوں کے ہمراہ کوریا سے لے کر کوسوو اور کابل تک ہر جگہ شانہ بشانہ خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ہم دونوں نے مل کر سرد جنگ کا مقابلہ کیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان تجارت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح سائنس اور تحقیق کے میدانوں میں بھی تعاون بڑھ رہا ہے۔ دونوں ملکوں کے عوام کے تعلقات میں گہرائی پیدا ہوئی ہے اور بڑی تعداد میں ترک نژاد امریکی، امریکہ میں کام کر رہے ہیں اور کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں

ترکی کے مستقبل کو محفوظ بنانا آسان نہیں تھا۔ اس کی ضمانت دینا آسان نہیں تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے خاتمے پر ترکی غیر ملکی طاقتوں کے زیر نگیں آسکتا تھا، جو اس کے علاقے پر اپنا دعویٰ جتا رہی تھیں، یا وہ دوبارہ قدیم سلطنت بحال کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ لیکن ترکی نے ایک مختلف مستقبل کا انتخاب کیا۔ ترکی نے خود کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرایا اور ایک ایسی جمہوریہ کی بنیاد رکھی، جسے امریکہ سمیت پوری دنیا عزت واحترام کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس داستان میں ایک بڑی سادہ حقیقت پوشیدہ ہے: ترکی کی جمہوریت آپ کی اپنی حاصل کردہ ہے۔ یہ جمہوریت باہر سے مسلط نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ آسانی سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کے لئے جدوجہد کرنا پڑی اور قربانیاں دینا پڑیں۔ ترکی کی طاقت کا راز اس کی ماضی کی کامیابیوں اور اس کی ہر نسل کے لوگوں کی مسلسل جدوجہد میں پنہاں ہے۔ میرے ملک کی جمہوریت کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ وہ جرنیل، جس نے امریکی انقلاب کی قیادت کی اور جو پہلا صدر منتخب ہوا، دُنیا اُسے جارج واشنگٹن کے نام سے جانتی ہے، اور آپ کی طرح ہم نے بھی اپنے بابائے قوم کے لئے ایک عظیم یادگار تعمیر کر رکھی ہے۔ یہ ایک سربفلک مینار ہے، جو دارالحکومت کے وسط میں ایستادہ ہے اور واشنگٹن کے نام سے منسوب ہے۔ مَیں ہر روز وائیٹ ہاؤس کے اپنے دفتر کی کھڑکی سے اس یادگار کا نظارہ کرتا ہوں۔ اس یادگار کی تعمیر میں کئی عشرے صرف ہوئے۔ تعمیراتی کام میں تاخیر بھی ہوتی رہی۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے اس عمارت کو ایک جذبہ عطا کرنے والی یادگار کے طور پر تیار کرنے کے کام میں حصہ لیا۔ اس کے لئے دنیا بھر کے دوست ہماری مدد کو آئے اور انھوں نے جارج واشنگٹن اور اس کے قائم کردہ ملک کو اپنے اپنے انداز میں نذرانہ پیش کیا۔ اس طرح کا نذرانہ استنبول سے بھی آیا تھا۔ سلطان عبدالمجید نے سنگ مرمر کی ایک تختی بھیجی تھی، جو یادگار واشنگٹن کی تعمیر میں استعمال ہوئی۔ اس تختی پر ایک نظم تحریر تھی، جو ان سادہ الفاظ سے شروع ہوتی ہے: ''دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کے رشتے مضبوط بنانے کے لئے''۔ سنگ مرمر پر ان الفاظ کو کندہ ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور دونوں ملکوں میں کئی تبدیلیاں بھی آچکی ہیں، لیکن ہماری دوستی آج بھی مضبوط و مستحکم اور ہمارا اتحاد آج بھی قائم و دائم ہے۔ دونوں ملکوں کی یہ دوستی دوسری عالمی جنگ کے بعد اس وقت خوب پھولی پھلی، جب صدر ٹرومین نے ترکی کی آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کرنے کا عہد کیا اور ترکی نے نیٹو میں شمولیت اختیار کی۔ ترک فوجی ہمارے فوجیوں کے ہمراہ کوریا سے لے کر کوسوو اور کابل تک ہر جگہ شانہ بشانہ خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ہم دونوں نے مل کر سرد جنگ کا مقابلہ کیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان تجارت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح سائنس اور تحقیق کے میدانوں میں بھی تعاون بڑھ رہا ہے۔ دونوں ملکوں کے عوام کے تعلقات میں گہرائی پیدا ہوئی ہے اور بڑی تعداد میں ترک نژاد امریکی، امریکہ میں کام کر رہے ہیں اور کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ باسکٹ بال کے شوقین کی حیثیت سے مَیں جانتا ہوں کہ ہیدو ترک اوگلو اور مہمت اوکر باسکٹ بال میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

امریکہ اور ترکی میں ہمیشہ ہر بات پر اتفاق رائے نہیں رہا۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ ملکوں کے مابین اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن ہم نے گزشتہ ۶۰ سال کے دوران کئی چیلنجوں کا مل کر مقابلہ کیا ہے۔ ہمارے اتحاد کی قوت اور دوستی کی پائیداری کی وجہ سے دونوں ملک پہلے سے زیادہ مضبوط ہیں اور دنیا پہلے سے زیادہ محفوظ ہے۔

آج دونوں جمہوری ملکوں کو کئی نئے چیلنجوں کا سامنا ہے، مثلاً اقتصادی بحران، جو کسی ایک ملک تک محدود نہیں؛ انتہا پسندی، جو بے گناہ عورتوں، مردوں اور بچوں کی خون کی پیاسی ہے؛ توانائی کی قلت، موسمیاتی تبدیلیاں، خوفناک ہتھیاروں کا پھیلاؤ اور المناک جنگوں کی موجودگی۔ یہ ہماری نئی صدی کے بڑے امتحان ہیں۔ ہم جو راہیں منتخب کریں گے، اس سے اس بات کا تعین ہوگا کہ مستقبل خوف میں گھرا ہوگا یا آزادی کی دولت سے مالامال۔ غربت میں جکڑا ہوگا یا خوشحالی سے ہمکنار ہوگا۔ انتشار کا دور دورہ ہوگا یا منصفانہ، محفوظ اور دیرپا امن قائم ہوگا۔ ایک بات یقینی ہے۔ کوئی ملک تنہا ان چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان چیلنجوں پر قابو پانا تمام ملکوں کے مفاد میں ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کی بات سنیں اور متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم باہمی اعتماد مضبوط بنائیں اور اختلافات سے بالاتر ہو کر سوچیں۔ اگر ہم مل کر کام کریں گے تو ہماری قوت بڑھے گی۔ میں اپنے یورپ کے موجودہ دورے میں یہی پیغام لے کر ہر جگہ گیا ہوں۔ یہی وہ پیغام ہے، جو میں نے آپ کے صدر اور وزیر اعظم تک بھی پہنچایا ہے۔ امریکہ یہی طرز عمل اختیار کرے گا۔

امریکہ اور ترکی جی-۲۰ کے ساتھ مل کر غیر معمولی اقتصادی بحران کے مقابلے کے لئے غیر معمولی اقدامات کر رہے ہیں۔ گزشتہ ہفتے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیا کی بڑی معیشتیں مربوط اور ٹھوس اقدامات کریں تاکہ پیداوار بڑھے، قرضوں کی فراہمی بحال ہو، غیر ضروری صنعتی پابندیاں ختم ہوں، ترقی پذیر ملکوں کا اور ان لوگوں کا ہاتھ بٹایا جائے جو معاشی بحران سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور نگرانی کے نظام کی اصلاح کی جائے تاکہ ایسا بحران دنیا میں پھر پیدا نہ ہو۔ امریکہ اور ترکی اپنے عوام کی خوشحالی کے لئے کئی مواقع تلاش کر سکتے ہیں۔ ترک صدر اور میں نے آج صبح دوطرفہ اقتصادی اور تجارتی تعلقات بڑھانے پر بات چیت کی ہے۔ توانائی کی پیداوار بڑھا کر روزگار کے وسیع مواقع پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نئے وسائل پیدا کر کے غیر ملکی توانائی پر انحصار ختم کر سکتے ہیں؛ بلکہ ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔ ہمیں ماحول دوست ٹیکنالوجی فنڈ کو زیادہ فعال بنانا ہوگا تاکہ ترکی میں قابل تجدید توانائی کے شعبے میں سرمایہ کاری بڑھے۔ امریکہ ترکی اور یورپ کی منڈیوں کو مضبوط بنانے کے لئے ترکی کی مدد جاری رکھے گا، کیونکہ مشرق ومغرب کے درمیان تیل اور قدرتی گیس کی ترسیل کے لئے ترکی کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔

مشترکہ جمہوری نظام رکھنے کی بدولت اور نیٹو کے اتحادی کی حیثیت سے ترکی کی سلامتی یورپ اور امریکہ کے ساتھ وابستہ ہے اور اقتصادی تعاون اس سلامتی کو مزید تقویت دے گا۔ لہٰذا ۲۱ویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ایک ایسے یورپ کی تعمیر کرنا ہوگی، جو حقیقی طور پر متحد، پُرامن اور آزاد ہو۔ میں ایک بات واضح کر دوں: امریکہ اس بات کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ ترکی کو یورپی یونین کی رکنیت ملنی چاہئے۔ ہم یورپی یونین کے ممبر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ترکی اور یورپ دونوں کے قریبی دوستوں کی حیثیت سے بات کر رہے ہیں۔ ترکی یورپ اور امریکہ کا ایک پُرعزم اتحادی اور ذمہ دار شراکت دار ملک ہے۔ یورپ کے ساتھ ترکی کے رشتے صرف باسفورس کے پُل تک محدود نہیں۔ یورپ اور ترکی صدیوں کی مشترکہ تاریخ، ثقافت اور تجارتی روابط رکھتے ہیں۔ یورپ کی گوناں گوں نسلیں، روایات اور عقائد یورپ کی کمزوری نہیں بلکہ طاقت کا سرچشمہ ہیں اور یورپی یونین میں ترکی کی شمولیت یورپ کی بنیادوں کو اور زیادہ وسعت اور توانائی بخشے گی۔ ترکی پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ترکی نے یورپی یونین کی رکنیت حاصل کرنے کی طرف اہم پیشرفت کی ہے۔ مجھے معلوم ہے ترکی کو مشکل سیاسی اصلاحات کرنا پڑی ہیں۔ یہ اصلاحات نہ صرف یورپی یونین کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں بلکہ یہ خود ترکی کے مفاد میں بھی ہیں۔

گزشتہ کئی سال کے دوران آپ نے اہم اصلاحات کی ہیں: سیکورٹی عدالتیں ختم کر دی ہیں۔ وکیل کرنے کے حق میں توسیع کی ہے۔ ضابطہ تعزیرات کی خامیاں دور کی ہیں اور ایسے قوانین کو مضبوط بنایا ہے جو اخبارات اور جلسے جلوس کی آزادی کے لئے ضروری ہیں۔ آپ نے کرد زبان میں تعلیم حاصل کرنے اور کرد نشریات پر عائد پابندیاں بھی اٹھائی ہیں۔ آپ نے ایک نیا سرکاری کرد ٹی وی اسٹیشن قائم کیا ہے، جسے دنیا تحسین کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ان اصلاحات کے لئے جو نئے قوانین مرتب کئے گئے ہیں، ان پر حقیقی معنوں میں عمل ہونا چاہئے اور جو نیا ماحول پیدا ہوا ہے، وہ برقرار رہنا چاہئے، کیونکہ جمہوریت جمود کا نام نہیں، یہ آگے کی طرف بڑھتے رہنے کا نام ہے۔ مذہب اور اظہار رائے کی آزادی ایک فعال اور جاندار سول سوسائٹی کو جنم دیتی ہے۔ اس سے ریاست کو استحکام ملتا ہے۔ حلقی مدرسہ کھولنے جیسے اقدامات سے ترکی کے اندر اور ترکی کے باہر اچھا تاثر پیدا ہوگا۔ قانون کی حکمرانی سے لازوال وابستگی، وہ واحد راستہ ہے، جو ''انصاف سب کے لئے'' کے مقصد کے لئے سازگار ماحول پیدا کرتا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے کسی بھی معاشرے کو اپنے تمام شہریوں کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میں یہ بات ایک ایسے ملک کے صدر کی حیثیت سے کر رہا ہوں، جہاں کچھ عرصہ پہلے تک مجھ جیسی رنگت کے لوگوں کے لئے صدر بننا تو کجا، ووٹ کا حق استعمال کرنے میں بھی مشکلات درپیش تھیں۔ لیکن تبدیلی کے اندر وہ صلاحیت موجود ہے، جو ہمیں قوت بخشتی ہے۔ اگر ہم جمہوری بنیادوں کو پروان چڑھاتے رہیں تو ہر چیلنج کا زیادہ آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کام ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے حال ہی میں گوانتانامو بے کا قید خانہ بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے ہر قسم کی ایذا رسانی کی ممانعت کر دی ہے، کسی قسم کی شرط یا استثنیٰ کے بغیر۔ ہم سب کو بدلنا ہوگا۔ بعض اوقات یہ عمل تکلیف دہ ہوتا ہے، لیکن اس سے گریز نہیں کیا جانا چاہئے۔ ایک اور مسئلہ جو تمام جمہوری ممالک کو درپیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماضی کے ساتھ کیسے نبرد آزما ہوں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ ابھی تک اپنی تاریخ کے بعض تاریک پہلوؤں سے نمٹنے کی کوششیں کر رہا ہے۔ واشنگٹن مانومنٹ کے سامنے ابراہم لنکن کی یادگار ایستادہ ہے جنھوں نے جارج واشنگٹن کے انقلاب کے بعد لوگوں کو غلامی سے نجات دلائی تھی۔

ہمارا ملک آج بھی غلامی اور نسلی امتیاز کے تلخ ماضی اور امریکہ کے اصل باشندوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے ناروا سلوک کے اثرات سے نکلنے کی جدوجہد کر رہا ہے۔

انسان کی جو بھی سعی اور کوشش ہوتی ہے اس میں فطری طور پر کوئی نہ کوئی کمی بہرحال رہ جاتی ہے۔ بسا اوقات تاریخ کا سبق نامکمل لیکن دردناک ہوتا ہے اور اس کا بوجھ ناقابل برداشت محسوس ہوتا ہے۔ بہتر مستقبل کا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہر ملک اپنے ماضی سے سبق سیکھے۔

میں جانتا ہوں کہ اس ایوان میں ۱۹۱۵ء کے دردناک واقعات کے بارے میں بہت شدید جذبات پائے جاتے ہیں اور یہاں میرے خیالات کے بارے میں تفصیل سے اظہار خیال بھی کیا گیا ہے دیکھنا یہ ہے کہ ترکی اور آرمینیا کے عوام اپنے ماضی سے کیسے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ دونوں ملکوں کے عوام کے لیے بہترین لائحہ عمل یہ ہوگا کہ وہ کھلے دل و دماغ اور دیانت داری کے ساتھ تعمیری انداز میں ماضی کی غلطیوں سے سیکھتے ہوئے آگے بڑھیں۔ ہم ترکی اور آرمینیا کے رہنماؤں کی طرف سے تاریخی اور جرأت مندانہ اقدامات کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ یہی روابط ایک اچھے مستقبل کی نوید ثابت ہو سکتے ہیں۔ سرحدیں کھول دینے سے آرمینیا اور ترک عوام پُرامن بقائے باہمی کے نظریے پر کاربند رہتے ہوئے ترقی اور خوشحالی کی نئی منزلیں سر کر سکیں گے۔ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ترکی اور آرمینیا کے باہمی تعلقات کو مکمل طور پر معمول پر لانے کی بھرپور حمایت کرتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل رہے گا۔

میں ترکی کی قیادت پر واضح کر چکا ہوں کہ ترکی اس خطے کا واحد ملک ہے جس کے کوہ قاف کے جنوب میں واقع تمام ممالک کے ساتھ پرامن اور دوستانہ تعلقات ہیں اور امن کے فروغ کی خاطر آپ نوگورنو کاراباخ کے دیرینہ تنازعے کو حل کرنے میں اپنا تعمیری کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مشرقی بحیرہ روم کے تنازعات بھی امن کی ایسی ہی کوششوں کے منتظر ہیں۔ اس سلسلے میں امید کی ایک کرن نظر آرہی ہے کیونکہ قبرص کے دونوں رہنما اقوام متحدہ کے زیر اہتمام مذاکرات کے عمل کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ امریکہ قبرص کو دو خطوں اور دو قومیتوں پر مشتمل ایک وفاق کی صورت میں متحد کرنے اور پائیدار امن قائم کرنے کی کوششوں کو کامیاب کرنے کے لیے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہے۔ ترکی ایک اہم خطے میں واقع ہے اور جب ہم اپنے سامنے درپیش مسائل اور چیلنجز کو دیکھتے ہیں تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ دونوں ممالک کے مقاصد ایک ہیں۔ مشرق وسطی میں ہمارا مقصد اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ممالک کے درمیان دیرپا امن کا قیام ہے یہاں مجھے وضاحت کرنے دیں کہ امریکہ اس خطے میں اسرائیل اور فلسطین دو ایسے ممالک کے قیام کے نظریے پر پختہ یقین رکھتا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ امن وسلامتی کے ساتھ رہ سکیں۔ تمام فلسطینی اور اسرائیلی عوام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے منصف مزاج لوگ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے حامی ہیں۔ ایناپولس میں ہونے والے معاہدے میں تمام فریقین نے اس مقصد کے حصول کے روڈ میپ پر اتفاق رائے کیا تھا۔ امریکہ کے صدر کی حیثیت سے میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرمی سے مصروف عمل رہوں گا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں دونوں کو ایسے اقدامات کرنا ہوں گے جو باہمی اعتماد بحال کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ دونوں کو اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہوگا دونوں ممالک کو وفور جذبات میں آنے کی دیرینہ پالیسی اور وقتی سیاسی اقدامات سے گریز کرتے ہوئے دیرپا امن کے قیام کے لیے ٹھوس پیش رفت کرنا ہوگی۔ اس سلسلے میں امریکہ اور ترکی فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کی بھرپور مدد کر سکتے ہیں۔ امریکہ کی طرح ترکی بھی اسرائیل کا دوست ہے اور امن کی تلاش میں اس بھرپور ساتھ دیتا رہا ہے۔ اور امریکہ کی طرح آپ بھی چاہتے ہیں کہ فلسطینیوں کو ان کی اپنی شناخت اور اپنا ملک مل جائے اس لیے اب ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے مایوسی اور بد اعتمادی سے گریز کرنا ہوگا۔ ہمیں آگے بڑھنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح کہ آپ نے اسرائیل اور شام مذاکرات کی راہ ہموار کرنے میں مدد دی تھی۔

ہمیں مشکلات میں گھرے ہوئے فلسطینیوں کے ارادوں کو مضبوط بنانے کے لیے ان کی ہر ممکن مدد کرنی چاہئے ہمیں سلامتی کے حوالے سے اسرائیل کے خدشات کا احترام کرتے ہوئے دہشت گردی کی مذمت کرنا ہوگی۔ اگر ایران ایٹمی ہتھیاروں کے حصول کا خیال چھوڑ دے تو اس خطے میں امن کو مزید فروغ حاصل ہو سکے گا۔ میں نے کل پراگ میں بھی یہ بات کہی تھی کہ ایٹمی ہتھیاروں کا پھیلاؤ ترکی سمیت کسی بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ ترکی ایک ایسے خطے میں واقع ہے جو مسائل اور مشکلات سے پُر ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ اس خطے اور ترکی کے حق میں ہرگز نہیں ہے۔ دنیا کا یہ علاقہ ضرورت سے زیادہ کشیدگی اور جنگ وجدل کی آماجگاہ بن رہا ہے۔ یہاں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات بھی زوروں پر ہیں۔ اس لیے یہاں سب سے زیادہ تباہ کن ہتھیار کے حصول کی کوششیں بلا ضرورت ہیں۔ میں نے اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت اور عوام پر واضح کر دیا ہے کہ امریکہ باہمی احترام کی بنیاد پر مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے ایران کے ساتھ تعلقات بحال کرنے کا خواہاں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایران اقوام عالم میں اپنا کردار فعال انداز میں ادا کرے، ایران ایک عظیم تہذیب رکھنے والا ملک ہے۔ ہم اس کے ساتھ ایسے اقتصادی اور سیاسی روابط استوار کرنا چاہتے ہیں جو امن وسلامتی اور خوشحالی کے ضامن ہوں لیکن ایرانی رہنماؤں کو ہتھیار بنانے اور اپنے عوام کے لیے ایک بہتر مستقبل میں سے بہرحال ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ ترکی اور امریکہ ایک محفوظ اور متحد عراق کے حامی ہیں جہاں دہشت گردوں کو پنپنے کا موقع نہ مل سکتا ہو، میں جانتا ہوں کہ جنگ کے حوالے سے اختلاف رائے موجود ہے۔ میرے اپنے ملک میں اس حوالے سے بہت سی آراء ہیں لیکن اب ہمیں مل جل کر اس جنگ کا جوا اپنے کندھوں سے اتارنا ہوگا کیونکہ عراق کا مستقبل اس پورے خطے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ میں پہلے ہی اعلان کر چکا ہوں اور آپ میں سے بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ آئندہ اگست کے آخر تک امریکہ اپنے جنگجو دستے عراق سے نکال لے گا اور امن وسلامتی کی ذمہ داری عراقی حکومت کے حوالے کر دی جائے گی اور

باقی صفحہ ۸ پر

آج دونوں جمہوری ملکوں کو کئی نئے چیلنجوں کا سامنا ہے، مثلاً اقتصادی بحران، جو کسی ایک ملک تک محدود نہیں؛ انتہا پسندی، جو بے گناہ عورتوں، مردوں اور بچوں کی خون کی پیاسی ہے؛ توانائی کی قلت، موسمیاتی تبدیلیاں، خوفناک ہتھیاروں کا پھیلاؤ اور المناک جنگوں کی موجودگی۔ یہ ہماری نئی صدی کے بڑے امتحان ہیں۔ ہم جو راہیں منتخب کریں گے، اس سے اس بات کا تعین ہوگا کہ مستقبل خوف میں گھرا ہوگا یا آزادی کی دولت سے مالامال۔ غربت میں جکڑا ہوگا یا خوشحالی سے ہمکنار ہوگا۔ انتشار کا دور دورہ ہوگا یا منصفانہ، محفوظ اور دیرپا امن قائم ہوگا۔ ایک بات یقینی ہے۔ کوئی ملک تنہا ان چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان چیلنجوں پر قابو پانا تمام ملکوں کے مفاد میں ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کی بات سنیں اور متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم باہمی اعتماد مضبوط بنائیں اور اختلافات سے بالاتر ہو کر سوچیں۔ اگر ہم مل کر کام کریں گے تو ہماری قوت بڑھے گی۔ میں اپنے یورپ کے موجودہ دورے میں یہی پیغام لے کر ہر جگہ گیا ہوں۔ یہی وہ پیغام ہے، جو میں نے آپ کے صدر اور وزیر اعظم تک بھی پہنچایا ہے۔ امریکہ یہی طرز عمل اختیار کرے گا۔

دُنیائے انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عدیل اختر

دنیا دہشت گردی کے خطرے کو بھانپ رہی ہے۔ دنیا ماحولیات کے خطرات محسوس کر رہی ہے۔ دنیا بیماریوں اور افلاس کے خاتمے کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن دنیا ایک بہت ہی بڑے خطرے کو محسوس کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ خطرہ بجائے خود انسانیت کے لئے دہشت ناک ہے، بجائے خود غلیظ اور انتہائی خطرناک آلودگی ہے۔ یہ ایک ہلاکت خیز بیماری ہے اور ایک ذہنی، قلبی اور اخلاقی افلاس ہے۔ لیکن یہ تعجب اور تشویش کی بات ہے کہ محسوس کرنے والے اسے محسوس نہیں کر رہے، سوچنے والے اس پر فکرمند نہیں ہورہے اور لڑنے والے اس خطرے سے لڑنے کی کوئی منصوبہ بندی نہیں کر رہے ہیں۔

یہ خطرہ کیا ہے؟ یہ دنیا کو اس کی فطرت کے برعکس اور اخلاق عامہ کے برخلاف چلانے کی ایک انتہائی منصوبہ بند مہم ہے جو زیرزمین رہتے ہوئے چلائی جارہی ہے اور اتنی کامیابی سے چلائی جارہی ہے کہ اس کے خلاف کوئی مزاحمت نہیں ہوتی بلکہ دانشوروں، سماجی رہنماؤں اور معلمین اخلاق کا سواد اعظم اس کا اسیر ہوا جاتا ہے۔ مجھے یہاں اس مہم کے ایک گھناؤنے چہرے کی طرف قارئین کی توجہ دلاتا ہے۔ یہ ہے ہم جنسی جسے عام کرنے کے لئے بڑی قانونی اور سیاسی کوششیں دنیا بھر میں کی جارہی ہیں۔ یہ خطرناک تحریک اب ہندوستان میں بھی بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور حد یہ ہے کہ اس کے ایجنٹ مسلم بستیوں اور تعلیمی اداروں میں بھی کھل کر سرگرم ہوگئے ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ ماس کمیونی کیشن میں موجود ایک استاد اپنے طالبعلموں کو اس کی نہ صرف ترغیب دے رہا ہے بلکہ انہیں اس تحریک کا کارکن بنا رہا ہے۔ اس نام نہاد استاد کی ہدایت پر طلباء کے ایک گروپ نے دہلی میں ایک نکڑ ناٹک کر کے ہم جنس پرستی کے حق میں مظاہرہ کیا ہے۔ ان طالب علموں میں مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والے کچھ بے دین لڑکے بھی پیش پیش ہیں جو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ دلیلیں دے رہے ہیں کہ یہ انسانی حقوق اور فرد کی آزادی کا سوال ہے اور کسی بھی مذہب میں کسی پر جبر کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

ہم جنسوں کی طرف جنسی میلان اور جنسی جذبات کی تسکین کے لئے ایک ہی جنس کے لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملوث ہونا انسانی معاشرے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہے، لیکن فطرت اور عادت کے خلاف اس رجحان کو سماجی سطح پر تسلیم کرنے اور اسے اخلاقی اور قانونی طور پر منظوری دلانے کی تحریک جدید زمانے کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ فتنہ یہ اس لئے ہے کہ ایک ایسا عمل جسے پوری انسانی تاریخ میں کہیں بھی اور کبھی بھی اصولی اور اخلاقی طور پر درست نہیں مانا گیا، بلکہ برائی اور خرابی کے درجے میں رکھ کر اسے جرم سمجھا گیا (خواہ عملی طور پر کبھی لوگ کھلے عام اس جرم کا ارتکاب کرتے رہے ہوں)، جس کی ترغیب یا اجازت کسی بھی معاشرے کے معلمین اخلاق نے یا روحانی، سماجی اور سیاسی قائدین میں کسی نے بھی نہیں دی اسے جائز، بے ضرر اور بنیادی انسانی حق تسلیم کرنے کے لئے آج زور ڈالا جارہا ہے۔ یہ فتنہ اس لئے بھی ہے کہ اس کی وجہ سے سماج کا نہ صرف اخلاقی نظام درہم برہم ہوتا ہے، بلکہ اس سے ناقابل علاج بیماریاں پھیلتی ہیں۔ ایڈز جیسے موذی مرض کی تحقیقات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ اس کے اسباب میں اس قسم کی غیر فطری شہوت خیزی کو کافی دخل ہے۔

اس فتنہ کی بنیاد دوسرے بہت سے فتنوں کی طرح، اس منطق پر رکھی جاتی ہے کہ صاحب ہر فرد کو اپنی پسند کی زندگی جینے کا حق ہے اور ''ظالم سماج'' کو کسی پر روک لگانے کا حق نہیں ہے۔ لیکن اس منطق کو، جو کہ خود اپنے آپ میں کسی فتنے سے کم نہیں، اگر تسلیم کرلیا جائے تو پھر کسی منظم معاشرے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر معاشرہ ہوگا تو اس میں ایک نظم وضبط ہوگا۔ لامحدود آزادی اگر کوئی واقعی چیز نہیں ہے۔ آزادی کا تصور ہی یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ اس کی حدود کیا ہیں؟ آپ معاشرے میں رہتے ہیں تو آپ کو قدم قدم پر کچھ پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ سڑک کے بیچ میں لاٹھی گھماتے ہوئے نہیں چل سکتے۔ آپ ٹریفک کی غلط سمت میں اپنی گاڑی نہیں چلا سکتے۔ آپ کا دل کہیں آگ لگا دینے کو چاہے تو آپ کو اس کی اجازت نہیں مل سکتی۔ اسی طرح آپ ہر جگہ کھڑے ہوکر اپنی تمدیا نہیں کھول سکتے اور جہاں چاہیں وہاں کھڑے ہوکر آپ پاخانہ یا پیشاب نہیں کرسکتے۔

انفرادی آزادی کا یہ معاملہ صرف کسی دوسرے فرد کی آزادی سے ہی محدود نہیں ہوتا، بلکہ اس سماجی ہیئت یا نظام کے مفاد کا بھی پابند ہوتا ہے، جو آپ کو منظم کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا دو افراد کے درمیان کوئی جنسی تعلق صرف ان دونوں کا ہی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس کا سیدھا تعلق سماج سے ہے۔ کسی بھی آدمی کا کوئی نجی عمل یقینی طور سے سماج پر بالواسطہ یا براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لئے سماج اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کرنا سماج کی ذمہ داری ہے کہ افراد کو کس طرح کی آزادیاں حاصل ہونی چاہئیں۔ انسانی معاشرے کو اپنی تاریخ سے اور ماضی کی نظیروں سے الگ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ معاشرہ انسانی فطرت اور جبلت کی بنیاد پر ارتقاء پذیر ہوا ہے۔ کسی بھی اجتماعی گروہ میں وہ باتیں اصولی طور پر کبھی تسلیم نہیں کی گئیں جو اس کی فطرت اور جبلت کے خلاف ہیں۔ ان پابندیوں کا ہی نام اخلاق ہے۔ کہیں یہ اخلاقی نظام مذہبی تعلیمات سے وجود میں آیا، کہیں فلسفیوں کے فلسفوں اور کہیں سرداروں، لیڈروں اور حکمرانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں سے آیا۔ لیکن یہ کوئی خارجی پابندیاں نہیں ہیں، بلکہ انہیں اصول اور ضابطہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ معاشرے کے مجموعی ضمیر اور فطرت سے انحراف کی کوئی شکل کبھی بھی سامنے آسکتی ہے، جسے روکنا معاشرے کے مفاد اور تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ انسانی سماج میں جھوٹ، چوری اور دھوکہ دہی جیسی باتیں مسلمہ طور پر ناقابل قبول ہیں کیونکہ یہ سماج کی تشکیل، سماج کے ارتقاء اور سماج کے تحفظ کے لئے نقصاندہ ہیں۔ لہٰذا انہیں روکنے کے لئے ضابطہ اور قانون کا نفاذ بھی ضروری ہوتا ہے۔

تو جو عمل انسانی فطرت کے خلاف ہو، اس کی آزادی کسی کو نہیں دی جاسکتی ہے۔ کوئی فرد جس طرح جھوٹ بولنے کو قانونی قرار دینے کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اسی طرح کوئی فرد ہم جنسی کو یا جانوروں کے ساتھ جنسی عمل کرنے کو یا اور کسی خلاف فطری فعل کو قانونی اور اخلاقی طور پر تسلیم کرنے کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ انسان گناہ کرتا ہے، جرم کرتا ہے اور فطرت کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے، لیکن اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ گناہ کو ثواب مان لیا جائے، جرم کو قانونی منظوری دے دی جائے اور خلاف فطرت کاموں کو فطرت کے مطابق مان لیا جائے تو یہ بڑی جسارت ہے۔ یہ افسوس اور تشویش کی بات ہے کہ اس زمانے میں ایک تحریک یہ چل رہی ہے کہ انسانی معاشرے اور تاریخ کے ابھی تک کے تمام مسلمہ اصولوں اور اقدار کا خاتمہ کردیا جائے۔ مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ رواداری، جمہوریت اور انسانی حقوق کی دہائیاں دے کر چند لوگوں کے مجرمانہ کردار اور مسخ شدہ فطرت کو پورے انسانی سماج پر تھوپنے کے اس عمل پر ایک خاموشی چھائی ہوئی ہے اور انسانیت کا سواد اعظم اس سے اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنے کے لئے آگے نہیں آرہا ہے۔

یہ تحریک جس تسلسل، منصوبہ بندی اور دوراندیشی کے ساتھ چل رہی ہے اس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی منظم گروہ موجود ہے جو عالمی سطح پر، صدیوں اور برسوں پر محیط منصوبے اور حکمت عملی کے ساتھ اسے آگے بڑھا رہا ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ صہیونیت کے خفیہ منصوبے ''پروٹوکولز آف ایلڈرس'' کا حصہ ہے۔ یہ پروٹوکولز ۱۸۹۵ سے ۱۹۰۰ء کے درمیان امریکہ کے کسی مقام پر صہیونی لیڈروں کے خفیہ اجلاسوں میں وضع کئے گئے تھے۔ اس منصوبے کو ۱۹۰۵ء میں روسی پادری پروفیسر سرگوئی نلوس نے دنیا کے سامنے آشکار کیا تھا۔ پوری دنیا پر صہیونیوں کی بالواسطہ پکڑ قائم کرنے کے مقصد سے تیار کی گئی اس دستاویز میں مختلف معاشروں کے سیاسی اور سماجی ڈھانچوں کو تلپٹ کردینے کے منصوبے شامل ہیں اور اخلاقی ابتری پھیلانے کی سازشیں ہیں۔

ہم جنسی کو سماجی اور قانونی منظوری دلانے کے لئے کوشاں عناصر نے اسے حقوق انسانی کا ایک موضوع بنوانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ بین الاقوامی سیاست کے مرکز یواین او کو اس کے پلیٹ فارم کے بطور استعمال کیا جارہا ہے۔ یواین او نے اس سلسلے میں کچھ کانفرنسیں منعقد کرکے اسے ایک عالمی تحریک کے طور پر متعارف کرادیا ہے۔ جس کے فالواپ میں مختلف ملکوں میں مختلف این جی اوز اس منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے مختلف ملکوں میں برہنہ اور نیم برہنہ لوگوں کے جلوس نکال کر ہم جنس پرستی کے مظاہرے کئے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ سے کچھ ملکوں میں اسے جزوی یا مکمل طور پر قانونی حیثیت مل بھی گئی ہے۔

اس مقصد کے لئے سرگرم لوگ اس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھتے ہیں کہ کسی سوسائٹی میں پہلے اس کے عوامی مزاج کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اس کی قدروں، اخلاقی نظریات اور تاریخی روایات کو دیکھ کر کام شروع کیا جاتا ہے۔ سوسائٹی اخلاقی قدروں کے تئیں حساس ہے یا اس کی تاریخی روایات اس میں پوری طرح پیوست ہیں تو پہلے پہل ہم جنسی پر مبنی لٹریچر پھیلایا جاتا ہے، کہانیوں، افسانوں اور ناولوں کے ذریعے لوگوں خاص طور سے نئی نسل کو اس خبیث جنسی عمل سے روشناس کرایا جاتا ہے، پھر فلمیں بنوائی جاتی ہیں اور اسے ایک فطری داعیہ کے طور پر ابھارا جاتا ہے۔ ایسی خبریں پلانٹ کرائی جاتی ہیں جس میں لوگوں کو چوری چھپے ہم جنسی عمل میں ملوث دکھایا جاتا ہے۔ یہ خبریں عموماً ہم جنس پرست عورتوں یا مردوں کے تئیں ہمدردی کے پیرائے میں لکھی جاتی ہیں۔ پھر ہم جنس پرستوں کے مطالبات کو سامنے لایا جاتا ہے۔ موقر میگزینوں میں سروے اور تحقیقی انکشافات کے نام سے لمبی لمبی رپورٹیں شائع کرائی جاتی ہیں، جنہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ گویا معاشرے کا سواد اعظم ہم جنس پرستی میں مبتلا ہے اور محض قانونی یا روایتی دباؤ کی وجہ سے کھل کر ایسا کرنے میں بے بس ہے۔ انسانی آزادی اور روشن خیالی کا سوال طعنہ و تمثیل بنا کر سوسائٹی کے سامنے کھڑا کردیا جاتا ہے اور سوسائٹی کے نام نہاد روشن خیال پڑھے لکھے لوگ فکری اور نظریاتی دباؤ میں رہتے چلے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی مزاحمت سامنے نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو وہ دقیانوسیت، تاریک خیالی اور آزاد دشمنی کی گالیاں دے دے کر بے وقعت بنا دی جاتی ہے۔ پھر جب لوہا گرم ہوجاتا ہے تو چوٹ لگائی جاتی ہے اور قانون کا دروازہ توڑ دیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں اس سلسلے کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو یہی ترتیب اور ترکیب نظر آتی ہے۔ واٹر اور فائر جیسی فلمیں، قومی میگزینوں کی متعدد کور اسٹوریاں اور بعض مخصوص اخبارات میں پے درپے آنے والی خبریں اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہیں۔ اب یہ لوگ تعلیمی اداروں میں پیر پسار رہے ہیں اور نوعمر طالب علموں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ نوعمری کے مرحلے سے گزر رہے طالب علم اور عام لڑکے جنسی معاملوں کو چھیڑ چھاڑ، تفریح اور دل لگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس طرح کی کسی بھی چیز کے پیچھے ان کا لگ جانا ان کے لئے کوئی سنجیدہ اور خطرناک بات نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے ایسی تحریکیں چلانے والے عناصر آسانی کے ساتھ اپنا کام آگے بڑھاتے رہتے ہیں۔

ہندوستان میں اس تحریک کا مرکز ناز فاؤنڈیشن نام سے مشہور ایک این جی او ہے۔ یہ این جی او اپنا مشن انجام دینے کے لئے کیا کیا خفیہ اور اعلانیہ کارروائیاں کرتی ہے، یہ تحقیق کا موضوع ہے۔ البتہ قانونی سطح پر اس نے انڈین پینل کوڈ کی دفعہ ۳۷۷ کو عدالت میں چیلنج کیا ہوا ہے۔ جس کے تحت تمام غیر فطری جنسی افعال قانوناً جرم ہیں۔ ناز فاؤنڈیشن نے اس سلسلے میں پہلی بار دہلی ہائی کورٹ میں ۲۰۰۱ء میں ایک پی آئی ایل داخل کی تھی، جسے ہائی کورٹ نے سماعت کے لئے منظور کرنے سے ہی انکار کردیا تھا۔ پھر اس نے نظرثانی درخواست داخل کی، وہ بھی نامنظور کردی گئی تو اس نے سپریم کورٹ میں ایک لیو پٹیشن داخل کرکے اس کی عرضی پر سماعت کے لئے حکم جاری کرنے کی درخواست کی۔ سپریم کورٹ نے اس پر کارروائی کرتے ہوئے عدالت کو سنوائی کی ہدایت دی۔ چنانچہ کئی سال سے یہ معاملہ ہائی کورٹ میں زیرسماعت ہے۔ ہم جنس پرستی کی وکالت کرنے والے لڑکے اور ان کی رہنمائی کرنے والے لوگ اس بات کا ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس غیر فطری اور غیر اخلاقی عمل کو جرم کے دائرے سے باہر کردیا جائے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ عدالت اس پر غور کرنے کا کیا کوئی حق رکھتی بھی ہے؟ عدالت کو تو قانون کی پیروی اور اس کی تعمیل کرنی ہے۔ قانون سازی کا ادارہ پارلیمنٹ اور اسمبلیاں ہیں۔ چنانچہ ہماری پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو اس معاملے میں اپنے کردار اور اختیار کی حفاظت کرنی چاہئے۔ کسی بھی ملک کے قوانین اس کی معاشرتی روایات اور مسلمہ اخلاقی قدروں کے مطابق ہی بنتے ہیں۔ ہندوستان مختلف مذہبی قوموں کا ایک گہوارہ ہے۔ اس کی ایک رنگا رنگ تاریخی تہذیب ہے۔ جس میں مذہبی عقائد کا تو فرق واختلاف ہے، لیکن مذہبی اخلاقیات میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ ہندوستان کی تمام مذہبی قوموں کا اپنا معاشرتی اقدار پر اعتقاد ہے اور کسی بھی طرح کی جنسی انارکی یہاں کسی کو تسلیم نہیں ہے۔ ہم جنسی جیسا قبیح عمل یہاں مسلمہ طور پر گناہ اور پاپ ہے۔ ہندوستانی سماج اسے تسلیم نہیں کرسکتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کی سازشی تحریکوں کا مقابلہ سماجی سطح پر کیا جائے۔ تمام مذہبی فرقوں کی جماعتیں اور تنظیمیں اپنی مشترکہ اقدار کی حفاظت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔ اس طرح کے تخریبی رجحانات سے ہندوستانی سماج اور اس کی نئی نسل کو بچانے کے لئے مورچہ بند ہوکر مؤثر کارروائی کی جائے۔ سماج میں ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کیا جانا چاہئے اور بستیوں وتعلیمی اداروں میں اس طرح کے لوگوں پر سخت نگاہ رکھی جانی چاہئے۔ ایک ایسا قانون بنوانے کی کوشش ہونی چاہئے جس کی رو سے اس طرح کی آوازیں اٹھانا بھی ایک جرم سمجھا جائے۔ سماج کی اصلاح اور تعمیر میں یقین رکھنے والے اخبارات اور میڈیا اداروں کو بھی ان لوگوں کے لئے تشہیر کا ذریعہ بننے سے بچنا چاہئے۔ ●●

حافظ شیرازی کے حالاتِ زندگی

مولانا ابوالبیان حماد عمری

حافظ شیرازی کا اصل نام شمس الدین تھا، سن ولادت ۷۲۶ھ ہے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنا تخلص حافظ رکھ لیا، اسی کے بعد حافظ شیرازی کے نام سے مشہور ہوگئے۔ ان کے دادا اصفہان کے باشندے تھے، وہاں سے شیراز آئے تو انہیں شیراز بہت پسند آیا، پھر وہ شیراز ہی کے ہوگئے۔

حافظ شیرازی کے والد کا نام بہاء الدین تھا، شیراز کے ممتاز دولت مندوں، میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ بہاء الدین کا انتقال ہوگیا تو اُن کے تینوں بیٹے کم سن تھے، باپ سے میراث میں ملی ہوئی دولت کو بے دریغ خرچ کرنے لگے۔ اور کاروبار سنبھال نہ سکے۔ کچھ ہی عرصے میں ساری دولت ختم ہوگئی، بڑے دو بیٹے پریشان ہوکر شیراز چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ جو سب سے چھوٹے تھے، بیوہ ماں کے ساتھ شیراز ہی میں رہ گئے۔

جب کمائی کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا، نوبت فاقوں تک پہنچ گئی اور بیوہ کے پاس بچے کے لئے خورد ونوش کی بھی گنجائش نہیں رہی تو مجبوری کی حالت میں اس نے بچے کو محلے کے ایک خوش حال پڑوسی کے حوالے کردیا کہ وہ اس کی کفالت کرے، لیکن حافظ کو پڑوسی کے طور طریق پسند نہیں آئے، اس لئے وہ اپنے گھر چلے آئے۔ ان کے واپس آنے پر والدہ بہت پریشان ہوگئیں، لیکن کم عمر حافظ نے ماں کو تسلی دی اور سمجھایا کہ انہیں پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں، وہ محنت مزدوری کرکے گھر کی ضروریات پوری کریں گے۔ پھر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے روزی کی تلاش میں نکل پڑے۔ شیراز کی گلی میں انہیں ایک نان کی دکان نظر آئی، حافظ نے دکان کے مالک سے درخواست کی کہ انہیں مزدور رکھ لیا جائے۔ مالک کو حافظ کے حال زار پر رحم آیا، اس نے انہیں ملازمت پر رکھ لیا۔ پہلے تو اس نے حافظ کو آٹا گوندھنے اور خمیر بنانے کا طریقہ سکھایا، پھر اسی کام میں لگا دیا۔

حافظ کو اس کام میں اچھا خاصا تجربہ حاصل ہوگیا، دکان کا مالک اُن کی کارکردگی سے خوش ہوکر معقول تنخواہ دینے لگا۔ دکان کے قریب ایک دینی مدرسہ تھا، حافظ نے اس میں داخلہ لے لیا۔ صبح، شام مزدوری کرلیتے تھے اور درمیان کا پورا وقت مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے۔ اس طرح محنت ومشقت کے ذریعہ جہاں روزی کا بندوبست ہوگیا وہیں انہوں نے قرآن بھی حفظ کرلیا اور عالم وفاضل بھی بن گئے۔

مزدوری کے عوض جو تنخواہ ملتی حافظ اُسے چار حصوں میں تقسیم کرتے تھے، ایک حصہ والدہ کو دیتے تھے، دوسرا حصہ استاذ کی خدمت میں پیش کرتے تھے، تیسرا حصہ اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تھے اور چوتھا حصہ صدقہ وخیرات کردیتے تھے۔

حکومت ایران کا دارالسلطنت ہونے کے باعث ایران کے اہل علم وفن شیراز کھنچ کھنچ کر آتے تھے، اور مستقل طور پر وہاں رہ جاتے تھے۔ شیراز ادباء وشعراء کا بھی مرکز بن گیا تھا، اس کے ہر محلے اور کوچے میں شعروادب کا چرچا تھا، جس کی صدائے بازگشت سے حافظ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ابتداء میں شعر کہنے لگے تو کچھ زیادہ پذیرائی نہیں ہوسکی۔ جب مطالعہ میں وسعت پیدا ہوئی اور ڈوب کر شعر کہنے لگے تو شعراء میں نمایاں مقام حاصل ہوگیا۔ شیخ سعدی کے بعد اگر کسی کو فارسی ادب میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے تو وہ حافظ شیرازی ہیں۔ حافظ کی شاعری کا چرچا جب ایران کے علاوہ دوسرے ملکوں تک پہنچا تو وہاں کے سلاطین اور معززین کی خواہش وفرمائش ہوتی تھی کہ حافظ اُن کے درباری شاعر اور مصاحب بن جائیں۔ عراق، عرب اور ہندوستان سے بھی اُن کے نام دعوت نامے آنے لگے۔ عراق کے فرماں روا سلطان احمد بن اویس نے بڑے اصرار کے ساتھ حافظ کو بلا بھیجا، مگر حافظ کی یہ شان بے نیازی تھی کہ شاہ عراق کی دعوت قبول کرنے کے لئے وہ تیار نہیں ہوئے۔ شیراز سے کسی دوسرے ملک کو جانا حافظ کو اس لئے بھی گوارہ نہیں تھا کہ شیراز ایک تو ان کا محبوب شہر تھا اور دوسرے یہ کہ شیراز کے دو یادگار مقام اُن کو بہت پسند تھے، ایک تو مقام ''گلگشت مصلّی'' اور دوسرا ''دریائے رکن آباد'' چنانچہ ایک شعر میں دونوں مقامات ذکر اس طرح کیا ہے

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنار آب رکن آباد وگلگشت مصلی را

(اے ساقی باقی ماندہ شراب دے دے کہ جنت میں شیراز کے دو مقام دریائے رکن آباد اور گلگشت مصلی نہیں مل سکیں گے)

حافظ کے حوالے سے ماہر القادری نے اپنی ایک غزل میں شیراز کے اُن دونوں مقامات کا ذکر کیا ہے

''آب رکن آباد'' و'' گلگشت مصلی'' ہیں گواہ
ہے غزل ماہر کی طرز حافظ شیراز پر

حافظ کی غزلیات میں بار بار شراب کا جو تذکرہ ہوتا ہے اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ رندی وسرمستی میں مبتلا تھے اور شراب نوشی کرتے تھے۔ بعض دوسرے رندوں کی طرح یہ معاملہ بھی نہیں تھا کہ زندگی کے ابتدائی مرحلے میں شراب پیتے رہے ہوں اور بعد میں توبہ کرلی ہو۔ حافظ ایک تو حافظ قرآن تھے اور حفظ قرآن سے اس قدر تعلق خاطر تھا کہ انہوں نے اپنا تخلص ہی حافظ رکھ لیا۔ وہ اپنی شاعری کو بھی قرآن کا فیضان سمجھتے تھے، چنانچہ کہتے ہیں

نہ دیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بہ قرآنے کہ اندر سینہ داری

(اے حافظ تمہارے اشعار جو بہت خوبصورت اور موثر ہیں وہ قرآن کی خیر وبرکت ہے جو تمہارے سینے میں محفوظ ہے)

صبح خیزی وسلامت طلبی چوں حافظ
آنچہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

(حافظ کو صبح سویرے بیدار ہونے اور امن وسلامتی کو جو نعمت حاصل ہوئی ہے وہ سب کچھ قرآن کریم کی بدولت ہے)

قرآن مجید اور تفسیر قرآن کے ساتھ حافظ کو بڑا شغف تھا، جس کا ثبوت اُن کا یہ شعر ہے

ز حافظان جہاں کس چوں بندہ جمع نہ کرو
لطائف حکما باکتاب قرآنی

(دنیا کے حافظوں میں حافظ کی طرح کسی نے بھی قرآن کی حکمتوں اور اس کے لطائف کو جمع نہیں کیا)

حافظ کو فن قرأت میں بھی کمال حال تھا۔ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھتے تھے، ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ جمعہ کی پوری رات مسجد کے مقصورہ میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ایک دینی درسگاہ کے فارغ التحصیل اور عالم وفاضل ہونے کے علاوہ زاہد شب زندہ دار تھے، ان کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ شراب نوشی کا خیال بھی اُن کے دل میں پیدا ہوا ہو۔

اُردو اور فارسی کے بہت سے شعراء ایسے ہیں جو حقائق ومعارف بیان کرنے کے لئے اشاروں کنایوں میں شراب کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

حضرت الاستاذ علامہ شاکر نائطی کی ایک پوری غزل ہی ایسی ہے جس کی ردیف شراب ہے۔ اس غزل کا ایک بہترین شعر یہ ہے

رندان بادہ کش میں توکل کی شان تھی
پیتے رہے شراب تو ملتی رہی شراب

حافظ کو ہندوستان کے ایک فرماں روا سلطان محمود بہمنی نے بھی مدعو کیا تھا، جب کہ دکن میں بہمنی حکومت کا دور تھا، بادشاہ خود بھی صاحب علم وفن ہونے کے علاوہ ادیب وشاعر تھا، فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا، اس کے دربار میں ادباء وشعراء کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ فرماں روائے دکن کی طرف سے سفرخرچ بھیج کر حافظ کو دعوت دی گئی تھی۔ وہ دکن کے سفر پر نکل بھی گئے تھے۔ مگر راستے میں ایک دیرینہ دوست سے ملاقات ہوگئی جن کا مال واسباب کچھ دنوں پہلے لٹ گیا تھا۔ دوست نے اپنا دردبھرا ماجرا سنایا و حافظ نے ہندوستان جانے کی بہ نسبت دوست کی اعانت کرنا ضروری سمجھا اور جو کچھ روپیہ اُن کے پاس موجود تھا اپنے دوست کو دے کر شیراز واپس ہوگئے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پھر سفر ہند کی ایک تقریب پیش آئی۔ فرماں روائے بنگال سلطان غیاث الدین نے جو خود بھی شاعر تھا، انہیں مدعو کیا اور قاصد کے ذریعے ایک مصرع روانہ کرکے خواہش ظاہر کی کہ اس مصرع پر ایک غزل تیار کرکے بھیجی جائے۔ مصرع یہ تھا ''ساقی، حدیث سرووگل ولالہ می رود'' مگر حافظ بنگال جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے، البتہ سلطان کی دلجوئی کے لئے تین شعر لکھ کر بھیج دیئے۔

ساقی حدیث سرووگل ولالہ می رود
ایں بحث بلاثلاثہ غسالہ می رود

(اے ساقی سرو، اور گل ولالہ کی بات چل رہی ہے اور یہ بحث ان تین چیزوں سے متعلق ہے جو صاف شفاف ہیں ایک سرو، دوسری گل اور تیسری لالہ ہے۔)

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
ایں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

(فارس کی مصری جب ہند کو پہنچے گی تو وہاں کے طوطے یعنی شعراء شکر اٹھا کر پھینک دیں گے)

حافظ زشوق مجلس سلطاں غیاث دیں
غافل مشو کہ کارتواز نالہ می رود

(حافظ تم کو غیاث الدین کی مجلس سے غافل نہیں ہونا چاہئے، ان کی مجلس میں شرکت کا موقع مل جائے تو نالہ وفریاد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔)

حافظ کو فارسی کے ساتھ عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ اُن کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ایک مصرع عربی کا ہے اور ایک فارسی کا۔ چنانچہ ''دیوانِ حافظ'' کی پہلی غزل کا پہلا شعر ہی اس انداز کا ہے

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

(خبردار اے ساقی! پیالے کو گردش میں لاؤ اور دے دو، کیوں کہ محبت پہلے پہل بہت آسان معلوم ہوتی ہے، لیکن بعد میں چل کر بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں)

ہم اپنا مضمون حافظ کے ایک ایسے شعر پر ختم کر رہے ہیں جس میں شعریت کے علاوہ لطافت وظرافت بھی ہے

اگر آں ترک شیرازی، بدست آرد دل مارا
بہ خال ہندوش بخشم سمر قند وبخارا را

(اگر شیراز کا وہ محبوب ہمارا دل اپنے قابو میں کرلے تو اس کے سیہ تل کے عوض ہم سمرقند وبخارا اس کے حوالے کردیں گے)

تاتاری خاندان کے مسلمان، سلطان تیمور تغلق سے بھی حافظ کے اچھے خاصے روابط تھے، جب ان کا مذکورہ بالا شعر کسی نے سلطان کو سنایا تو اس نے حافظ سے دریافت کیا کہ بڑی محنت ومشقت سے میں نے سمرقند وبخارا کو فتح کیا تھا مگر تم نے یہ کیا غضب کردیا کہ اُن دونوں کو ایک سیہ تل کے بدلے اپنے محبوب کے حوالے کردیا۔ حافظ نے برجستہ جواب دیا: ''سرکار، اسی فیاضی اور سیر چشمی کے باعث تنگ دستی اور فاقہ مستی کی نوبت آگئی ہے۔'' یہ جواب سن کر تیمور بہت محظوظ ہوا اور اُسے دولت وخلعت سے نواز کر روانہ کیا۔

حافظ کو جو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی یہ اسی کا فیض ہے کہ ''دیوان حافظ'' کی پذیرائی اس قدر ہوئی کہ دنیا کی بہت سی مبانوں میں اس کا ترجمہ ہوگیا ہے اور اہل ذوق آج بھی بڑی دلچسپی سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حافظ کی تاریخ وفات ۷۹۱ھ ہے، جس مصلّی کو وہ زندگی بھر سراہتے تھے اسی میں ان کی تدفین ہوئی۔ دنیا بھر سے جو لوگ شیراز پہنچتے ہیں وہ شیخ سعدیؒ اور حافظ شیرازی دونوں کے مرقد پر حاضری دیا کرتے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ راہِ عمل)

بقیہ: حفاظتی انتظامات پر مزید......

کشمیر میں ۴۸، منی پور میں ۶۶ سے ۶۸، میگھالیہ میں ۶۵، میزورم میں ۵۲، ناگالینڈ میں ۸۴، اڑیسہ میں ۵۳، چھتیس گڑھ میں ۵۱، جھارکھنڈ میں پچاس اور انڈومان نکوبار میں ۶۲ فیصد ووٹنگ ہوئی۔

ووٹنگ کے تعلق سے عوامی رجحان میں اضافہ اور سیاسی تصادم پر قابو ایک مثبت قدم ہے۔ اس کا ایک پہلو اگر یہ ہے کہ خود عوام میں اپنے حقوق کے حصول اور سیاسی شعور میں اضافہ ہوا ہے تو دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ الیکشن کمیشن نے لوگوں وحق رائے دہی کے لئے زیادہ سے زیادہ آمادہ کرنے کی خاطر مختلف قسم کی مہم چلا رکھی تھی۔ پھر ضابطۂ اخلاق کے نفاذ اور اس پر عمل کو یقینی بنانے کی طرف بھی اس نے پوری توجہ دی اور اس سلسلے میں بعض سخت اقدامات بھی اٹھائے۔ اس کے مثبت اثرات دیکھنے کو مل رہے ہیں لیکن تشدد کے مذکورہ واقعات اس بات کی طرف بھی اشارہ ہیں کہ حفاظتی انتظامات کو مزید چست اور درست کرنے کی ضرورت ہے۔ ●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن نے اقتصادی اور سماجی اختیارات کو حقوق انسانی کی بنیاد بتاتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو روٹی کپڑا، مکان، دوا اور روزگار فراہم کئے بغیر شہری و سیاسی اختیارات کو اصل شکل میں نافذ کرنا ممکن نہیں ہے۔

● نئی دہلی۔ اسکولوں میں جنسی تعلیم شروع کرنے سے عدم اتفاق ظاہر کرتے ہوئے پارلیمانی کمیٹی نے کہا ہے کہ اس کے بجائے نصاب میں بایولوجی کے مناسب باب شامل کئے جائیں۔ یہ بھی درجہ گیارہ سے قبل نہیں۔ راجیہ سبھا کی کمیٹی نے کہا کہ اسکولوں میں جنسی تعلیم نہیں دی جانی چاہئے۔

● نئی دہلی۔ ہندوستانی فضائیہ کے لئے تقریباً ۴۲ ہزار کروڑ روپے کی لاگت سے خریدے جانے والے ۱۲۵ جنگی طیاروں کے سودے کی دوڑ سے فرانس کی کمپنی باہر ہوگئی ہے جس نے اپنا رافیل طیارہ میدان میں اتارا تھا۔

● نئی دہلی۔ اقتصادی کساد بازاری کی وجہ سے پوری دنیا کا اقتصادی ڈھانچہ چرمرا گیا ہے، لیکن اس کا اثر راجدھانی میں رہنے والے لوگوں پر کچھ زیادہ ہی دکھ رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق کاروبار میں نقصان یا اقتصادی بحران کی وجہ سے اوسطاً ایک آدمی دہلی میں خودکشی کر رہا ہے۔

● نئی دہلی۔ گجرات میں نریندر مودی حکومت کو اس وقت بڑی تقویت ملی جب سپریم کورٹ کی ہدایت پر قائم کردہ گجرات پولیس کی اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم ایس آئی ٹی نے ریاست کے متنازعہ سابق ڈائریکٹر جنرل آف پولیس پی سی پانڈے کو کلین چٹ دے دی جو گجرات میں فرقہ وارانہ فسادات کے دوران احمد آباد کے پولیس کمشنر تھے۔

● ممبئی۔ ممبئی حملوں کے الزام میں گرفتار کئے گئے پاکستانی شہری محمد اجمل عامر قصاب اور ۴۵ دیگر ملزمین کے خلاف مقدمے کی شنوائی آرتھر روڈ جیل کے خصوصی عدالت کے کمرے میں ہوئی۔

● رانچی۔ راشٹریہ جنتادل کے صدر اور ریلوے وزیر لالو پرشاد یادو کو جھارکھنڈ کے گڑھوا ضلع کے مقام بھوناتھ پور میں ایک معاملے میں گرفتار کرلیا گیا اور بعد میں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

● بنگلور۔ لوک آیکت نے ۱۳۵ افسران کو رشوت لیتے ہوئے پکڑا ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ سو دنوں میں ریاست میں رشوت خوری ۱۰۵ معاملے درج کئے گئے ہیں۔

● ممبئی۔ ایک خصوصی عدالت نے سینئر وکیل عباس کاظمی کو ۲۶/نومبر کو ممبئی پر ہوئے دہشت گردانہ حملوں کے ملزم اجمل عرف قصاب کا نیا وکیل مقرر کیا ہے۔

● نئی دہلی۔ عدالت عظمیٰ نے ورون گاندھی کو پیرول پر رہائی کا حکم جاری کر دیا ہے۔ اس حکم کی روشنی میں انہیں رہا بھی کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ اشتعال انگیز تقریر کرنے پر انہیں این ایس اے کے تحت گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا تھا۔

● سری نگر۔ جموں و کشمیر میں سیکورٹی وجوہ کی بنا پر مرکزی اور ریاستی حکومت کے ملازمین اور بعض ہنگامی حالت کو چھوڑ کر کسی کو بھی فوری پاسپورٹ جاری نہیں کیا جائے گا۔

● نئی دہلی۔ آئندہ ہفتے لندن میں منعقد ہونے والے کتاب میلہ میں ہندوستان بھی حصہ لے گا اور اس کا ایک شراکت دار ہوگا۔ ۲۰/اپریل سے شروع ہونے والے اس میلے میں نیشنل بک ٹرسٹ کے ڈائریکٹر نزہت حسین کی قیادت میں دو رکنی وفد حصہ لے گا۔

● نئی دہلی۔ ممبئی پر ۲۶/نومبر کے حملے کے بعد ملک کی آبی سرحدوں کی سلامتی کو زیادہ مستحکم کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستانی خلائی تحقیقی تنظیم اسرو ایک انتہائی کم لاگت سے ایک سیارچہ کے ذریعے ساحلی علاقوں میں ماہی گیر جہازوں اور کشتیوں کی شناخت کا نظام تیار کر رہی ہے۔

● حیدرآباد۔ الیکشن کمیشن نے حیدرآباد لوک سبھا حلقے سے دوبارہ الیکشن لڑنے والے آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کے صدر اسدالدین اویسی کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی ہدایت دی ہے۔ ان پر الزام ہے کہ انھوں نے پولنگ کے دوران تیلگو دیشم پارٹی کے ایک کارکن کو زدوکوب کیا تھا۔

بین الاقوامی

● ویانا۔ دنیا میں گزشتہ چار سال کے دوران جوہری پلانٹس تعمیر کرنے کے خواہشمند ممالک میں دو گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ عالمی ادارہ برائے ایٹمی توانائی آئی اے ای اے کے مطابق اس وقت دنیا کے پچاس سے زائد ممالک جوہری پلانٹس کی خواہش رکھتے ہیں۔

● تہران۔ ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے کہا ہے کہ ایران کی مسلح افواج علاقائی سیکورٹی کی ضامن ہیں۔ آرمی ڈے پر فوجی پریڈ کے دوران قوم سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے ملک کے مسلح افواج کو سراہا۔

● پورٹ آف اسپین۔ ٹرینیڈاڈ میں لاطینی امریکی اور کیریبائی لیڈروں کی ایک میٹنگ میں امریکی صدر بارک حسین اوباما نے وینزویلا کے صدر ہیوگو شاویز کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کیا۔ واضح رہے کہ ہیوگو شاویز امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے شدید مخالف رہے ہیں۔

● ٹوکیو۔ امریکہ کے خصوصی ایلچی رچرڈ ہالبروک نے کہا ہے کہ پاکستان کو شدت پسندوں سے نمٹنے اور اپنی معیشت کے لئے مزید امداد درکار ہے۔ ہالبروک کا یہ بیان ایسے وقت آیا ہے جب ایک ہی روز قبل پاکستان کو پانچ ارب ڈالر کی امداد کا وعدہ کیا گیا ہے۔

● واشنگٹن۔ امریکہ نے نصف صدی سے زائد عرصہ سے نافذ کیوبا کے خلاف سفری پابندیاں اٹھالی ہیں۔ موجودہ امریکی انتظامیہ کے برعکس اب تک کیوبا پر امریکی پالیسی کا محور تادیبی اقدامات اور پابندیاں ہی رہی تھیں۔

● واشنگٹن۔ امریکہ نے طالبان کے مواصلاتی نظام ایف ایم ریڈیو اور ویب سائٹ کو جام کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اس تنظیم کے انتہاپسند لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے ان وسائل کا بے جا استعمال نہ کرسکیں۔

● کولمبو۔ سری لنکا نے جنگ بندی میں توسیع کے اقوام متحدہ کے حالیہ مطالبہ کو مسترد کر دیا ہے۔ برطانوی نشریاتی ادارے کے ساتھ ایک انٹرویو میں سری لنکا کی وزیر نے بتایا کہ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون کے چیف آف اسٹاف اور حکومت کے اعلیٰ اہلکاروں کے درمیان کولمبو میں ہونے والے اجلاس کے موقع پر انہیں آگاہ کیا گیا ہے۔

● جدہ۔ جدہ سے مکہ مکرمہ تک آمد و رفت کی بہتر سہولت کی فراہمی کے لئے ۲۱ بلین سعودی ریال کی لاگت سے بننے والا مونو ریل سسٹم وجہ متعارف کرایا جائے گا۔

● اقوام متحدہ۔ ایران نے اسرائیل کی دھمکیوں کے بارے میں اقوام متحدہ سے شکایت کی ہے کہ اس نے درخواست کی ہے کہ عالمی ادارہ سختی سے جواب دے کیونکہ اسرائیلی حکومت تہران کو اس کی تنصیبات پر غیر قانونی دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔

● تہران۔ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے کہا ہے کہ ان کا ملک مغربی ملکوں کے ساتھ جاری نیوکلیائی تنازعہ کو ختم کرنے کے لئے جلد ہی ایک مسودہ پیش کرے گا۔

● واشنگٹن۔ امریکی خفیہ ایجنسیوں نے آگاہ کیا ہے کہ موجودہ اقتصادی بحران اور اولین سیاہ فام صدر کے انتخاب کے سبب امریکہ کی دائیں بازو کی انتہا پسندی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک داخلی خفیہ رپورٹ میں یہ بات کہی گئی ہے۔

● ویانا۔ شمالی کوریا نے اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کو ختم کرتے ہوئے انہیں جلد از جلد ملک چھوڑنے کی ہدایت دی ہے۔ بین الاقوامی نیوکلیائی توانائی ایجنسی کے مطابق شمالی کوریا نے اقوام متحدہ کے نیوکلیائی معائنہ کاروں کے ساتھ ہر طرح کا تعاون ختم کر دیا ہے۔

● ایران کی عدالت نے امریکہ کے جاسوسی کے الزام میں ایرانی امریکی صحافی کو آٹھ برس کی قید کی سزا سنائی ہے۔ رخسانہ صابری کو دی گئی سزا ایک بار پھر دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی پیدا کرسکتی ہے۔

اقوام متحدہ کے فنڈ کا ناجائز استعمال

ایاز محمود، نئی دہلی

امریکہ و برطانیہ کے حکمراں دونوں مل کر کس خوبصورت طریقہ پر اقوام متحدہ کے فنڈ کا استعمال کر کے اس کو ہڑپ کرتے ہیں۔ اس پر دنیا کی توجہ کیوں نہیں جاتی؟ کہ دنیا میں جگہ جگہ امن لانے کی خاطر امن فوج بھیجنے کے نام پر ان کی تنخواہوں کے ادائیگی کے لئے اس کے فنڈ کو حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگر دنیا ٹھیک ٹھاک رہے۔ امن وامان برقرار وقائم رہے۔ تو پھر اقوام متحدہ کی کیا ضرورت؟ پھر کون اس کے پاس فنڈ جمع کرے گا۔ فنڈ جمع کرنے کے تمام راستے بند ہوجائیں گے۔ اس لئے دنیا میں بدامنی پھیلانے کے لئے تخلیق القاعدہ وطالبان کا وجود ہے۔ مذکورہ دنوں ملک کی القاعدہ وطالبان کے حوالے سے نئی نئی باتیں منظر عام پر لاتے ہیں؟ اسامہ، الظواہری اور بیت اللہ محسود و دیگر افراد کے نام لے کر ان کے ذریعہ سے امریکہ کے خلاف دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ امریکی وبرطانوی ذرائع ابلاغ کے سہارے دہشت گردی کی آگ کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ آگ ہی متعلقہ ملکوں میں ان دونوں کی مداخلت کا سبب بنتی ہیں۔ ان دونوں کی نظر امن لانے کی طرف کم اور اقوام متحدہ کے فنڈ پر زیادہ ہوتی ہے۔ جن جن ملکوں میں یہ امن لانے کے نام پر اپنی فوجیں تعینات کرتے ہیں۔ پھر مذکورہ خزانہ کو فوج کی تنخواہوں کی شکل میں طلب کرنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اس کے خزانہ کو من مانے ڈھنگ سے مفاد پرستی کے تحت استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے فنڈ کے استعمال پر امریکہ و برطانیہ کی اجارہ داری ختم کر دی جائے تو دہشت گردی کا وجود ختم ہوجائے گا۔ دنیا میں امن لانے کے نام پر دہشت زدہ ملکوں میں امریکہ وبرطانیہ کی وسیع تعداد میں فوجوں کی تعیناتی۔ دوسرے دیگر ملکوں کے فوجیوں کی قلیل تعداد اس کے خزانہ پر اپنے حق کو جائز بنانا ہے۔ دوسرے ملک کے فوجیوں سے توخانہ پری کی جاتی ہے۔ دیگر ملکوں کے فوجیوں کو مشکل جگہ ومشکل حالات میں رکھا جاتا ہے۔ جب کہ دونوں ان ملکوں کے فوجی آرام طلبی کی زندگی گزارتے ہیں۔ اگر ان کے فوجی مر بھی جائیں۔ تو بھی معاوضہ کی رقم دہشت زدہ ملک اور اقوام متحدہ کے فنڈ سے حاصل کی جاتی ہے۔

دنیا میں دہشت گردی خودکش بمباروں کے ذریعہ خفیہ طریقہ پر پھیلائی جاتی ہے۔ جنہیں امریکہ و برطانیہ کے ذرائع ابلاغ القاعدہ وطالبان کے نام سے مسلمانوں جیسے مکھوٹوں کے ساتھ دنیا کے چپہ چپہ پر تخلیق کیسٹوں کے ذریعہ پھیلا دیا ہے۔ برطانیہ کا میڈیا ان کے فرضی انٹرویو لینے یا بنانے میں ماہر ہوچکا ہے۔ جس سے وہ دنیا میں القاعدہ وطالبان کے فرضی لیڈروں کی موجودگی درج کراتے ہیں۔ فرضی دہشت گردی پھیلانے کا ان کے لئے الجزیرہ کا چینل ہے۔ جہاں امریکہ کے خلاف دھمکیوں کی فلمائی گئی کیسٹوں کو پہنچایا جاتا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر الجزیرہ کے انگریزی چینلوں کو امریکہ و برطانیہ میں قائم کر کے اس کی اصلیت کو اُجاگر کیا ہے۔ اس لئے فرضی دہشت گردی پھیلانے کا ہنر فن ان کو آتا ہے۔ وہ جہاں چاہیں، جس ملک میں چاہیں، دہشت گردی پھیلانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی حادثہ رونما ہوجائے۔ اس کی ذمہ داری لینے میں ان کو پیش پیش رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی حملہ کا راز کھل گیا تو الگ بات ہے ورنہ القاعدہ وطالبان تو ہیں ہی اس کی ذمہ داری لینے کیلئے۔ اسی لئے اس کی اشاعت کے لئے امریکی وبرطانوی میڈیا اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ یہ اشاعت مفاد پرستی پر مبنی ہے۔ مذہب اسلام کو دہشت گرد مذہب کے طور پر بدنام اور ذلیل ورسوا کرنے کے لئے انھوں نے دہشت گردی مسلم حلیہ میں پیدا کی ہے اور مسلم حلیہ میں ہی امریکہ و برطانیہ کو اپنا اور اسلام کا دشمن نمبر ایک قرار دے کر دنیا کے مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کے دشمنوں کی خوبصورت چال ہے۔ جس کی وہ سب جگہ استعمال کرتے ہیں۔ امریکہ و برطانیہ کا دہشت گردوں کے بیان پر سخت ردعمل ملی بھگت کی پول کھول دیتا ہے۔

عرب ممالک ان کی مکاریوں سے زیادہ ہی متاثر ہو کر گمراہ ہوتے ہیں۔ جس دن ان کو یہ پتہ چلے گا کہ امریکہ و برطانیہ کا میڈیا مذہب اسلام کو دہشت گرد مذہب کے طور پر بدنام کرنے کرنے کے لئے کام کر رہا ہے اور القاعدہ وطالبان کی دھمکیاں اپنے خلاف پھیلا کر ان کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ تو عربوں کے فنڈ سے بھی چلتی ہے اور یہ فنڈ عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ہی استعمال ہو رہا ہے۔ عراق اور افغانستان کی تباہ کاری، کیا اسی فنڈ سے نہیں ہو رہی ہے۔ حالیہ دنوں میں مذہب اسلام کو دہشت گرد مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے ایک سترہ سالہ لڑکی پر کوڑے برسانے کی فرضی کیسٹ تیار کی گئی۔ امریکی وبرطانوی ذرائع ابلاغ نے پرزور طریقے سے اس کو دنیا بھر میں پھیلایا۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل مسٹر بانکی مون نے بغیر اس کی تصدیق کئے بیان داغ دیا۔ جب یہ ادارہ ہی چھوٹی باتوں کو اہمیت دے کر مذہب اسلام کو بدنام کر رہا ہو تو مسلم ملکوں خاص کر عرب ملکوں کی اس وابستگی پر از خود ہی سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ القاعدہ وطالبان کی تمام فرضی کیسٹس بھی اسی زمرے میں آتی ہیں کہ ان سے مذہب اسلام کو دہشت گرد مذہب کے طور پر بدنام کیا جا رہا ہے۔ اس کی اشاعت امریکہ و برطانیہ اپنا ردعمل دے کر کرتے ہیں۔ جب اقوام متحدہ کو نصف فنڈ مسلم ممالک سے حاصل ہوتا ہے تو امن فوج میں مسلمان فوجیوں کی تعداد نصف ہونی چاہئے۔ مگر مسلمان امن فوج میں برائے نام رکھے جاتے ہیں۔ مسلم ممالک و دیگر کمزور ملکوں کا فنڈ جو اقوام متحدہ میں جمع کیا جاتا ہے۔ اس کو امن پھیلانے کے نام پر یہ دونوں ملک بڑی خوبصورتی سے ہضم کر جاتے ہیں۔ ●●

بقیہ: مغرب میں اقتصادی جنگ کا آغاز

نے امریکی بڑے گوشت اور دیگر جانوروں کی درآمد پر پابندی عائد کر دی۔ امریکہ میں اٹلی کے منرل واٹر، اسپین کے گوشت اور جام سمیت کئی اشیاء پر ٹیرف میں اضافہ کے بعد امریکہ اور یورپ میں اقتصادی جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوگیا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے درمیان ''تحفظ'' کی اقتصادی پالیسیوں کے عذاب کا نزول عالمی اقتصادی تعاون کی خواہش کو زندہ درگور کرنے کا موجب بن گیا ہے۔ لہٰذا جی-۲۰ سمٹ کے ذریعے عالمی اقتصادی تعاون کا خواب مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ گیا۔

سوویت یونین اور مشرقی یورپی منڈیوں میں نیولبرل اقتصادی پالیسیوں کے اختتام کے بعد آنے والی عالمی کساد بازاری کی پیدا کردہ تباہی سے نکلنے کے لئے پر تولنے والے امریکی ویورپی حکمراں اب بحران کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی ''میوزیکل چیئر'' جیسے گیم کھیل رہے ہیں۔ یورپ امریکہ کے بینکوں کی قرضوں کی اندھا دھند بوچھاڑ مورد الزام ٹھہرا رہا ہے، جب کہ امریکہ عالمی بینکوں میں قانون سازی میں نرمی کو قصور وار گردان رہا ہے اور دونوں مل کر چین میں ہونے والی تیز ترین معاشی ترقی کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کے ساتھ چین کی تجارتی آمدنی میں عدم توازن کو ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں جی-۲۰ کے ممالک نے چین پر دباؤ ڈالا ہے کہ ہانگ کانگ اور میکاؤ سمیت ایسے جزیروں میں قائم بینکوں کی نشاندہی کی جائے۔ جہاں ٹیکسوں سے چرائے گئے سرمائے کے ذخیرے جمع ہیں۔ ان کو "Tax Haven" کہا جاتا ہے لیکن چین کی عالمی سرمایہ دار برادری کو ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ چین کے پاس کل تین کھرب ڈالر سے زیادہ کا زرمبادلہ موجود ہے۔ جس کا حصہ عالمی مالیاتی بحران سے نکلنے کے لئے درکار سرمائے کے لئے بطور امداد استعمال ہوسکتا ہے لہٰذا جب چین نے آئی ایم ایف کے خزانے میں چالیس ارب ڈالر انڈیلنے کا عندیہ دیا تو سب چپ ہوگئے۔ اس طرح آئی ایم ایف میں چین کی رکنیت اب یقینی نظر آرہی ہے۔

جی-۲۰ سمٹ کے دوران ایک نیا کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کمیشن کا نام فنانشل اسٹیبلٹی بورڈ (Financial Stability Board) اس بورڈ کے ذریعے عالمی سرمائے کی حرکت پر نظر رکھنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے لیکن یہ کمیٹی نہایت غیر فعال ثابت ہوگی کیونکہ عالمی سرمائے کی حرکت پر پہلے سے پیش گوئی کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ سرمایہ "Speculation" اور سٹہ کی بنیاد پر شرح منافع میں اضافہ کے لئے منڈی کے کس رجحان کا تعاقب کرے گا۔ یہ حقیقت ہمارے محنت کش طبقات کے لئے ''بریکنگ نیوز'' کی حیثیت رکھتی ہے۔

''عالمی مالیاتی بحران'' نے منڈیوں میں تذبذب کے بعد جس خوف کو جنم دیا ہے، اس کے پیچھے سرمائے کی حرکت کی پیش گوئی نہ کرسکنے کی کمزوری کارفرما ہے۔ اسی لئے ماضی میں شرح منافع کا تعاقب کرنے والی ۲۰ مغربی معیشتوں میں سے ۱۷ کے حکمرانوں نے عالمی منڈی میں اعتماد کی کمی کے باعث ''تحفظ'' اقتصادی پالیسیوں کی رسی سے اپنی معیشتوں کا گلا گھونٹنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ ●●

انتخابات: امتحاں ہے تری خودداری و ہشیاری کا

ڈاکٹر سید عبد الباری

ہندوستان — شاید دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک انتخابات کے مراحل سے گزر رہا ہے جو آئندہ پانچ سال کے لئے اس سیاسی مقدرات کا فیصلہ کریں گے اور ملک کے عوام یہ فیصلہ کریں گے کہ کس کو اس عظیم ملک کا کارواں سالار بنایا جائے۔ اس وقت ہر جماعت اور ہر سیاستداں ملک کی قیادت کی دعوے داری میں مصروف ہے۔ لطف یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے دھڑلے سے ملک کے دستور کو پامال کیا ہے اور اگر انصاف کے ہاتھ سخت ہوتے تو ان کی جگہ جیل خانہ یا پھانسی کا تختہ ہوتی وہ بھی نہایت زور وشور سے خود کو ملک کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت کر رہے ہیں۔

کچھ لوگوں کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ اگر برسر اقتدار نہ آئے تو اس ملک کو دہشت گرد بالخصوص پڑوسی ممالک کے دہشت گرد ختم کر دیں گے یعنی وہ اسلحوں اور پوٹا جیسے قوانین کے ذریعے ملک کو مضبوط بنانے کا خواب دکھلا رہے ہیں۔ کچھ لوگ یہاں امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کی چمک دمک کو درآمد کرنے اور ملک کے کارپوریٹ ہاؤسز کی مدد سے اسے بام عروج تک پہنچانے کے آرزومند ہیں۔ انہیں میں کچھ لوگ غریبوں ومفلسوں کی حمایت کرتے بھی نظر آرہے ہیں جو بڑھتی ہوئی مہنگائی اور عوام کے ایک بڑے طبقے بالخصوص اقلیتوں کی بیروزگاری وخستہ حالی پر ماتم کناں ہیں۔ عالم یہ ہے کہ اس غریب ملک میں جمہوری پروسیس میں حصہ لینا کسی غریب آدمی کے بس کی بات نہیں رہ گئی ہے۔ لاکھ دولاکھ نہیں کروڑوں روپے ہوں تو آپ انتخابات کے گھوڑے پر سوار ہوسکتے ہیں۔ اکثریت ایسے امیدواروں کی ہے جو اربوں روپے کے مالک ہیں اور ذرا اپنا ضمیر درست کرنے کے لئے انتخابات میں آنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ غریبوں کے احوال پر چند آنسو بہانے سے پانچ سال تک کے لئے صحت بے حد اچھی ہوجاتی ہے۔ مگر اسی بھیڑ میں خال خال ایسے درویش بھی ہیں جو عوام کی بے لوث خدمت کی پونجی لے کر اس طرح انتخابات میں کود پڑے ہیں جیسے ایک بڑھیا اپنے تھوڑے سے اتتے ہوئے سوت لے کر یوسف کی خریداری کے لئے بازار میں آگئی تھی۔

مگر ان ساری خراب حالتوں کے باوجود یہ انتخابات ملک کے مستقبل کے لئے بے حد اہمیت کے حامل ہیں جن سے ملک کے کمزور طبقات اور اقلیتیں یہ کہہ کر صرف نظر نہیں کرسکتیں کہ سیاست اس وقت جرائم پیشہ لوگوں کی آخری پناہ گاہ ہے اور اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ موجودہ انتخابات تو اس اعتبار سے بے حد فیصلہ کن ہیں کہ جمہوریت کے تار و پود دیکھ کر یہاں ایک مذہب اور ایک ثقافت کے غلبے کا خواب دیکھنے والے اور فاشزم کو جمہوریت کے لبادے میں پیش کرنے والے اپنا سب کچھ داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔ اقلیتوں اور کمزور طبقات کو کانگریس اور سیکولر محاذ سے شکوہ رہا ہے کہ انھوں نے خلوص کے ساتھ ان کے مسائل حل نہ کرنے کی کبھی کوشش نہ کی اور ملک میں ہندو فاشزم کے بالمقابل امریکی و اسرائیلی فاشزم کو درآمد کرنے اور پڑوسیوں سے برسرجنگ ہونے کو فوقیت دیتے رہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی ہندتو کے فاشزم کے بالمقابل یہ قوتیں بہرحال کمتر برائی کی حیثیت رکھتی ہیں اور بی جے پی اور اس کے حلیفوں کو شکست دینے کے لئے کانگریس اور تیسرے محاذ کے افراد کو مسلمان فوقیت دینے پر مجبور ہیں۔ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں میں اور دلت طبقے کی لیڈر شپ میں بھی کچھ بہتر لوگ انتخابات کے میدان میں موجود ہیں۔

اقلیتیں اور مسلمان اپنی ترجیحات کو اچھی طرح سمجھتی ہیں اور ان کی باشعور قیادت کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ ہر حلقے انتخاب میں وہ فاشزم کو شکست دینے والے باکردار سیکولر اور اقلیتوں کے مسائل کا شعور رکھنے والے امیدواروں کو اپنا ووٹ دیں اور اس بات کی پوری کوشش کریں کہ چھوٹے چھوٹے طالع آزما امیدواروں کی باتوں میں آکر اپنا ووٹ ضائع نہ کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں جو پختہ سیاسی شعور موجود ہے اور ان کی قیادت جس طرح زمینی حقائق سے آگاہ ہو کر ان کی رہنمائی کر رہی ہے اس کے نتائج مثبت برآمد ہوں گے اور آنے والے دورے میں وہ اپنے کھوئے ہوئے دستوری حقوق حاصل کرسکیں گے۔ ●●

ایرانی وفد کی مرکز جماعت میں آمد

غلط فہمیوں کے ازالے کے بغیر کوئی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی

نئی دہلی۔ مرکز جماعت اسلامی ہند میں ایران کے ایک مؤقر وفد کا جماعت کے مرکزی قائدین اور مرکز سے وابستہ دیگر ذیلی اداروں کے ذمہ داروں نے شایانِ شان استقبال کیا۔ یہ دونفری وفد ڈاکٹر محمد مہدی تسخیری، ڈائرکٹر جنرل وکالۃ انباء التقریب الدولیۃ (نیوز ایجنسی) اور جناب لیث زنگنہ، ڈائریکٹر رابطہ عامہ ایجنسی مذکور پر مشتمل تھا۔ دہلی سے ممتاز شیعہ عالم علامہ ذیشان ہدایتی اور ایران کلچرل ہاؤس سے امام علی (مترجم) بھی وفد کے ہمراہ تھے۔ وفد ہندوستان کے پانچ روزہ دورے پر آیا تھا جس کا اہتمام ایرانی سفارت خانہ نے کیا تھا۔

امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے اس موقع پر جماعت اسلامی کی تاریخ، اغراض ومقاصد اور اس کی دینی، دعوتی، ثقافتی، سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں کا قدرے تفصیل سے تعارف کرایا۔ ترجمانی عبدالحق فلاحی نے کی۔ امیر جماعت نے واضح کیا کہ تقسیم ملک کے بعد جماعت کی تشکیل جدید کے وقت اس کے ارکان کی تعداد ۲۵۰ تھی جو اب الحمدللہ سات ہزار تک پہنچ گئی ہے اور ہندوستان کی تمام ریاستوں اور بڑے شہروں میں اس کی شاخیں اور دفاتر موجود ہیں۔ اس کے پچاس ہزار کارکن جماعت کے لائحہ عمل اور اس کی پالیسی و پروگرام کو انجام دینے میں لگے ہوئے ہیں جن میں مرد، عورتیں، طلبہ طالبات اور جوان بھی شامل ہیں۔

امیر جماعت نے کہا کہ یہاں اس وقت تک کوئی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی جب تک غیر مسلموں کا ذہن اسلام کے بارے میں صاف نہ ہوجائے۔ چنانچہ جماعت کی کوششوں کا بڑا حصہ برادران وطن میں دعوت دین اور ان کے ذہنوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں صرف ہو رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ملک گیر سطح پر تعلیم کے میدان میں کوششیں جاری ہیں اور مدرسہ اسکول کالج یونیورسٹی سطح کے پانچ سو ادارے سرگرم عمل ہیں۔ خدمت خلق کا شعبہ نہایت منظم انداز میں خلق خدا کی بلاتفریق مذہب وملت خدمت میں مصروف ہے اور اس میدان میں کوئی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ امیر جماعت نے ۱۴ قومی اور علاقائی زبانوں میں تراجم قرآن کی تیاری واشاعت اور اسی کے ساتھ قومی وعلاقائی زبانوں میں دارالاشاعتوں کے قیام اور ان کے ذریعے وسیع پیمانے پر لٹریچر کی تیاری کا ذکر کیا۔ میڈیا کے شعبے میں مختلف قومی اور علاقائی زبانوں میں روزنامہ، سہ روزہ دعوت، ماہنامے، پندرہ روزے اور ہفت روزہ جرائد و رسائل کا بھی ذکر کیا اور بطور خاص سہ روزہ دعوت اور ملیالی روزنامہ مادھیمم کا تذکرہ کیا جس کے ملک و بیرون ملک چودہ ایڈیشن نکل رہے ہیں۔

امیر جماعت نے ہندوستان کے مختلف مسالک کے علماء وعوام کے درمیان ربط وضبط اور توافق وہم آہنگی قائم کرنے اور مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے ملک گیر سطح پر پروگرام چلانے کا بھی ذکر کیا۔

اس موقع پر انھوں نے علامہ خمینی کے زمانے میں اپنے دورۂ ایران کا بھی تذکرہ کیا اور وہاں کی مذہبی وروحانی شخصیت علامہ تسخیری اور وزیر اعظم سے ملاقات کو یاد کیا نیز وہاں کے بدلے ہوئے حالات میں خوشگوار دینی فضائی موجودگی سے متاثر ہونے کو بھی یاد کیا۔

سربراہ وفد ڈاکٹر محمد مہدی تسخیری جو ایک جید عالم ہیں۔ اپنے مشن کا تعارف کرایا۔ انھوں نے ماقبل انقلاب نورانی سے لے کر اب تک کے مختلف مراحل پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ کس طرح ایران کو مغربی استعمار نے اپنا آلۂ کار بنا کر اس ملک کو مغربی تہذیب میں رنگ دیا تھا اور انقلاب کے بعد عراقی صدر صدام حسین کی پیٹھ تھپتھپا کر تین دن میں ایران کو فتح کرنے کا خواب دکھا کر ایران پر حملہ کرا دیا تھا۔ ڈاکٹر تسخیری نے ایران کے پڑوسی ممالک سے تعلقات کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ کچھ طاقتیں ایران کے خلاف غلط فہمی پھیلا کر محاذ آرائی کرانا چاہتی ہیں۔ اسی سیاق میں صدر امریکہ کی مذاکراتی پیش کش کا بھی انھوں نے خصوصیت سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ مذاکرات کے لئے بار بار اسرائیل کو تسلیم کرلینے اور نیوکلیئر پلانٹ کو بند کرنے کی شرط عائد کرتا ہے جبکہ ہم ان سے مذاکرات کے لئے بے چین نہیں ہیں۔

سنی مسلمانوں کے تعلق سے انھوں نے حکومت ایران کے فراخدلانہ رویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انقلاب ایران کے وقت ایران میں اہل سنت کی صرف دوسو مساجد تھیں اور اب ان کی تعداد سات ہزار ہے اور گو کہ اہل سنت کی صرف دس فیصد آبادی ہے تاہم ایرانی پارلیمنٹ کی ۲۷۰ نشستوں میں سے بیس نشستیں اہل سنت کی ہیں۔ اسی طرح یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کا ریزرو کوٹہ ہے۔ ایران میں اعلان شدہ دوسری سرکاری زبان عربی ہے۔

استقبالیہ پروگرام میں امیر جماعت اسلامی ہند کے علاوہ سابق امیر جماعت ڈاکٹر عبدالحق انصاری، نائب امیر جماعت پروفیسر صدیق حسن، قیم جماعت جناب نصرت علی، سکریٹری رابطہ و ایڈیٹر ریڈینس جناب اعجاز احمد اسلم، سکریٹری شعبہ تعلیم جناب محمد اشفاق، مولانا محمد رفیق قاسمی، جناب انتظار نعیم، جناب شبلی، ڈاکٹر محمد رفعت، امیر حلقہ دہلی وہریانہ اور مدیر سہ روزہ دعوت پرواز رحمانی شریک تھے۔

تقسیم شدہ دُنیا، امریکی سرمایہ داری اور صدر اوباما

تحریر: جان رائنس/ترجمہ: خالد محمود

امریکی سرمایہ داری کو اس وقت روز بروز پیچیدہ ہوتی ہوئی اور مسائل سے بھری ہوئی دنیا کا سامنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سرمایہ دار طبقے نے ایک ایسے عوامی نمائندے اور لیڈر کو سامنے لانے کا فیصلہ کیا، جو بش کے مقابلے میں زیادہ مدبر اور سوچ، سمجھ رکھتا ہو۔ اوباما اس مقصد کے لئے بہترین انتخاب تھا اور اس کے بیرونی دنیا کے حالیہ دورے نے یہ ثابت کیا ہے۔

یورپ اور امریکہ

ساٹھ سال تک یورپ اور امریکہ سوویت یونین کی مخالفت میں اکٹھے چلتے رہے تھے۔ بہت سے حوالوں سے یہ قربت اب بھی موجود ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ ایک وجہ عمومی ثقافتی مماثلت اور اقتصادی ترقی کے مشترکہ مراحل تھے۔ یہ قربت ناٹو کے فوجی الائنس کے جاری رہنے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ تناؤ پیدا کرنے والے عوامل بھی ضرور موجود ہیں۔ ان میں ایک اہم اقتصادی پالیسی سے متعلق ہے۔ ایک طرف مغربی یورپ میں محنت کشوں کی بڑی پارٹیوں کی تاریخی موجودگی کی وجہ سے عوامی مفادات پر اخراجات اور اقتصادیات پر کنٹرول کے حوالے سے امریکہ سے مختلف صورتحال ہے۔ یہ کنٹرول محنت کشوں کے روزگار جیسے معاملات کا تحفظ کرتا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ سٹہ بازی جو امریکی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، کا یورپ میں کردار اتنا اہم نہیں ہے۔ امریکی ڈالر کے بین الاقوامی معیشت میں کردار نے بھی امریکہ میں سٹہ بازی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

جی۔۲۰ میٹنگ

اب یورپ اور امریکہ کے درمیان تناؤ پیدا کرنے والے کچھ عوامل کھل کر سامنے آرہے ہیں۔ یورپ کا مرکزی بینک امریکہ کی طرح دوسرے بینکوں اور مالیاتی اداروں کے منافع بڑھانے کے لئے بڑی تعداد میں پیسے خرچ کرنے سے کتراتا رہا ہے۔ دنیا کے بیس ترقی یافتہ ترین سرمایہ دار ملکوں کی میٹنگ میں صدر بارک حسین اوباما کا ایک مقصد یورپ کی اس پالیسی میں تبدیلی لانا تھا۔ اوباما اس مقصد میں کامیاب ہوتے نظر نہیں آئے۔ جی۔۲۰ میں ایک اور مقصد مالیاتی ریگولیشن کو بڑھانا تھا۔ یہ معاملہ چند ایسے ممالک سے متعلق تھا، جن کو ٹیکس میں چھوٹ کی جنت کہا جاتا ہے۔ یہ ممالک اپنے بینکوں میں جمع ہونے والے پیسوں کے بارے میں معلومات کسی کے سامنے نہیں لاتے جو کہ دراصل سرمایہ داروں کو اپنی دولت چھپانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ ٹیکسوں میں چھوٹ کی جنتیں، منشیات کے بڑے بڑے گروہوں کو اربوں ڈالر قرض دینے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ یورپ کے کچھ ممالک خاص طور پر فرانس، فلپائن جیسے ملکوں پر دباؤ بڑھانے کی کوشش کررہے تھے تاکہ وہ مالی معاملات میں ''بین الاقوامی معیارات'' کا خیال رکھیں۔ دوسرے ممالک، خاص طور پر چین اس کی مخالفت کررہے تھے۔ آخر میں اوباما ایک معاہدہ کروانے میں کامیاب ہوگئے۔ اگر اوباما کی جگہ پر سخت گیر بش ہوتے تو وہ کبھی بھی یہ کردار ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔

پس منظر میں امریکی ڈالر کا بین الاقوامی کردار بھی گردش کررہا تھا، کچھ ہفتے پہلے ہی چین کے صدر ہوجنتاؤ نے امریکی ڈالر کے کردار کے مستقبل کے بارے میں سوالات اٹھائے تھے۔ ہوجنتاؤ جی۔۲۰ میٹنگ میں اس معاملے پر خاموش رہے، لیکن امریکہ کے ایک اور مخالف ملک روس نے اس معاملے کو زیادہ براہ راست انداز میں اٹھایا۔ روس کے صدر ڈیمتری میڈویو نے مشورہ دیا کہ دنیا کی دوسری مضبوط کرنسیوں کو اجتماعی طور پر اس طرح ترقی دی جائے کہ وہ ڈالر کی جگہ لے سکیں۔ اس مشورے پر عمل پیرا ہونے کے لئے رابطہ ہموار کرنے میں ہی اتنے زیادہ مسائل پیدا ہوسکتے ہیں کہ یہ حل اس وقت کی عمومی قابل بھروسہ صورتحال کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا، جو کہ پچھلی کچھ دہائیوں سے معرض وجود میں ہے۔ لیکن ڈیمتری میڈویو کا یہ معاملہ اٹھانا ہی اس بات کا غماز ہے کہ یہ قابل بھروسہ صورتحال کمزور ہورہی ہے۔ روس اور امریکہ کے درمیان یہ تعلقات تضادات کا شکار ہیں۔ ایک طرف وہ دونوں اسلامی قوم پرست قوتوں کے خلاف اتحادی ہیں، روس کے پاس زیادہ مضبوط جواز ہے کیونکہ یہ قوتیں خطے میں اس کی سلامتی کے لئے خطرہ ہوسکتی ہیں۔ لیکن دوسری طرف وہ بین الاقوامی طور پر مخالف بھی ہیں۔ مثال کے طور پر روس، امریکہ کے مقابلے میں ایران سے زیادہ قریب ہے۔

یورپی یونین کے اندرونی تناؤ

یورپی یونین کے اندر اختلاف اور نتیجتاً تناؤ کی کیفیت موجود ہے، جس وقت ۲۰۔جی میٹنگ ہورہی تھی تو پورا یونان سرکاری شعبہ کے ملازمین کی بڑی بڑی ہڑتال کی وجہ سے جامد ہوچکا تھا۔ یونان کے محنت کشوں کی روایتی لڑا کا جدوجہد، معاشی بحران اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں یونان کی کم ترقی کی شرح کے ساتھ ٹکرا رہی تھی۔ ترقی کی اس کم شرح کی وجہ سے یونان، یورپ کے دوسرے ملکوں کی نسبت عالمی اقتصادی بحران سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ یونان کے بجٹ کا خسارہ جی ڈی پی سے سو فیصد زیادہ ہونے کا خطرہ ہے، جو کہ یورپ میں اٹلی کے بعد دوسرے نمبر پر ہوگا۔ موجودہ شرح کے مطابق یونان کے بجٹ کا خسارہ اپنے جی ڈی پی کے مقابلے میں یورپی یونین کے مقررکردہ معیار سے ۲۳ فیصد بڑھ جائے گا۔

ترکی، امریکہ اور یورپی یونین

ترقی میں اضافے کی شرحوں میں فرق تناؤ پیدا ہونے کی ایک اور اہم وجہ ہے۔ ترکی کا سرمایہ دار طبقہ یورپی یونین کا حصہ بننے کا خواہشمند ہے، جبکہ یورپی یونین میں اس خواہش کی غالب مخالفت موجود ہے۔ اس تناؤ کی کیفیت میں بارک اوباما کا ظہور ہوتا ہے، جو کہ ترکی کی یورپی یونین میں شمولیت کا حامی ہے۔ امریکہ کے لئے ترکی ایک بہت اہم اتحادی ہے کیونکہ ترکی، امریکہ کے لئے اسلامی دنیا میں داخلے کے دروازے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان اسلامی ممالک میں بہت سے اوپیک جو کہ تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم ہے، کے رکن ہیں، جبکہ دوسری طرف اس کا ایک پاؤں یا کچھ انگلیاں مغرب میں بھی ہیں۔ اس لئے امریکی سرمایہ دار طبقہ ترکی کے مغرب کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ یہ صورتحال یورپ کے سرمایہ دار طبقے کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کو ترکی کی بہت کم ترقی کی شرح کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ ترکی کی یورپی یونین میں شمولیت ایسے ہی ہوگی جیسے میکسیکو اور امریکہ کو ایک ہی کرنسی اور اشیاء اور لوگوں کی آزادانہ نقل وحرکت کے ساتھ اکٹھا کردیا جائے۔ یہ تو اوباما بھی نہیں چاہیں گے۔

داخلی معاملات

امریکی سرمایہ داری کے لئے اندرونی سطح پر اوباما کا کردار بہت شاندار رہا ہے، جس طرح وہ دوسرے ملکوں کے عوام اور سرمایہ داروں کے خیالات سے صرف نظر نہیں کرسکتے۔ اسی طرح وہ امریکی عوام کے احساسات سے بھی لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ اوباما کے کردار کو ''وال اسٹریٹ جنرل'' کے ایک حالیہ کالم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ۳؍اپریل ۲۰۰۹ء کی اشاعت میں مارٹن سیب لکھتے ہیں ''امریکی عوام کا غم وغصہ ایک بہت عرصے سے قید جانور کے آزاد ہوجانے جیسا ہے وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''اوباما کا کردار اس جانور کو ٹھنڈا کرنا اور اس سے بامقصد کام لینا ہے۔''

مارٹن سیب اوباما کے مختلف بینکوں کو مزید اربوں ڈالر دینے کے منصوبے کی کانگریس سے منظوری رُک جانے کے بارے میں بھی وضاحت سے لکھتے ہیں کیونکہ اس سلسلے میں کانگریس کے ارکان پر اپنے ووٹروں کا بہت پریشر ہے۔ وہ اس غصے کے پیچھے کارفرما عوامل کے بارے میں بھی تفصیل سے بتاتے ہیں۔ بڑے افسران کو بونس دینے کی وجہ سے سڑکوں پر آجانے والے لوگ بھی اس غصے کی بنیادی وجہ نہیں ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ کس طرح پچھلی کچھ دہائیوں سے دولت کی تقسیم کے عمل میں تبدیلی ہوئی ہے۔ یہ تبدیلی دولت کی محنت کش عوام سے نہایت امیر طبقے کی طرف منتقلی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ وہ سرمایہ کی پیداواری عمل سے فنانس کیپٹل کی طرف منتقلی کی تبدیلی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہیں، جس کی وجہ سے پیداواری شعبے سے وابستہ اچھی تنخواہوں والی نوکریوں سے محنت کشوں کو نکال دیا گیا۔ وہ مزید بتاتے ہیں کہ کس طرح امریکی محنت کش طبقے کے مڈل کلاس اور اپر کلاس سے سماجی تعلقات میں بھی نہایت کمزوری پیدا ہوئی۔ مثال کے طور پر فوج ان سب طبقات کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم تھی لیکن اب صرف غریبوں کے بچے ہی فوج میں نچلے درجے کے رینکوں میں بھرتی ہوتے ہیں۔ مارٹن سیب تبصرہ کرتے ہیں، اس سب کا مجموعی اثر یہ ہے کہ سوسائٹی بہت سے حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عوامی غم وغصہ سے نپٹنے کا اوباما کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس فرق کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس کو کم کیا جائے۔''

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مارٹن سیب امریکہ کے سرمایہ دار طبقہ کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اوباما کے چند عوامی قسم کے بیانات کی وجہ سے فکرمند نہ ہوں۔ ہم اس وقت جس قسم کی صورتحال سے دوچار ہیں اور جس طرح امریکی سرمایہ داری کو زوال ہورہا ہے اوباما کو ایسے بیانات ضرور دینے چاہئیں ایسے ہی اسے امریکہ کے بیرونی تعلقات میں لچک کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ ●●

جماعت اسلامی پاکستان میں تبدیلی قیادت

حافظ محمد ادریس

جماعت اسلامی ۱۹۴۱ء میں قائم ہوئی۔ جماعت میں باقاعدہ مشاورت سے ایک دستور تیار ہوا۔ جس میں ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً ترمیمات بھی ہوتی رہی ہیں۔ اس دستور کی بنیاد نظریۂ اسلام، شورائیت، جمہوریت اور انتخابی طریقۂ کار ہے۔ سب سے اہم انتخاب مرکزی مجلس شوریٰ اور امیر جماعت کا ہوتا ہے۔ شوریٰ کا انتخاب ہر تین سال بعد اور امیر جماعت کا انتخاب ہر پانچ سال بعد باقاعدگی کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ جماعت کی پوری تاریخ میں قیادتوں کی گرفتاریوں اور قیدوبند کے باوجود ان انتخابات میں کبھی تعطل پیدا نہیں ہوا۔ جماعت اسلامی میں آمریت، موروثیت اور خاندانی تسلط کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ قیادت کے انتخاب میں خالصتاً صلاحیت وصالحیت، تقویٰ وللّٰہیت اور اپنے مقصد ونصب العین کی خاطر قربانیوں کو معیار بنایا جاتا ہے۔ لسانی اور علاقائی سوچ جماعت میں کسی صورت بھی نفوذ نہیں کرسکتی۔ جماعت کا ہر رکن خواہ اس کا معاشی ومعاشرتی، تعلیمی اور علاقائی پس منظر کیسا ہی ہو، تمام تعصبات سے بالاتر ہوکر اسلامی اور ملی سوچ کا حامل ہوتا ہے۔

بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ارکان کے بھرپور اور بے مثال اعتماد کے باوجود اپنی زندگی کے آخری برسوں میں جماعت کو متبادل قیادت فراہم کرنے کے لئے منصب امارت سے رضا کارانہ علیحدگی اختیار کی۔ ہر چند کہ ان کے اس فیصلے سے ارکان جماعت کی بہت بڑی تعداد کو شدید دھچکا لگا مگر ارکان نے ان کی تربیت کے نتیجہ میں اس فیصلے کو برضا ورغبت قبول کیا۔ مولانا کی عمر اس وقت ۶۹ سال تھی جب انہوں نے ۱۹۷۲ء میں تبدیلی قیادت کے اس عمل کے ذریعے ارکان کو نیا امیر منتخب کرنے کا موقع دیا اور ارکان نے کثرت رائے سے میاں طفیل محمد کو دوسرا امیر منتخب کیا۔ مختلف ادوار میں بعض جماعتی احباب، جماعت اسلامی کو اس بنیاد پر چھوڑ کر چلے گئے کہ ان کے بقول جماعت میں آمریت پائی جاتی ہے۔ جماعت سے نکلنے والے لوگوں کا بھی ہم احترام کرتے ہیں مگر ان کی یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ انہوں نے جماعت پر آمریت کی بلاجواز پھبتی کسنے کے باوجود اس سے الگ ہوکر کچھ تنظیمیں قائم کیں تو ان کو دیگر پارٹیوں اور وڈیروں کے کلبوں کی طرح خاندانی کلب بنادیا۔

جماعت کے دوسرے امیر میاں طفیل محمد نے بھی ۱۹۸۷ء میں تقریباً ۷۲ سال کی عمر میں ارکانِ جماعت سے معذرت کی کہ اپنی صحت اور عمر کی وجہ سے وہ امیر جماعت کے طور پر اس منصب کا حق ادا کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں، لہٰذا انہیں آئندہ امیر منتخب نہ کیا جائے۔ انہوں نے ارکان جماعت کے نام اس حوالے سے ایک خط بھی لکھا۔ اس موقع پر بھی ارکان جماعت نے اپنے امیر کی رائے کا احترام کیا اور نئے انتخابات میں کثرت رائے سے قاضی حسین احمد کو امیر جماعت منتخب کرلیا۔ قاضی صاحب نے تقریباً اکیس سال یہ خدمت سرانجام دی۔ ان کی عمر اس وقت تقریباً ستر سال ہے۔ وہ جماعت کے تمام حلقوں اور تنظیموں میں بہت پاپولر شخصیت ہیں لیکن انہوں نے بھی اپنے پیش رو امراء کی طرح یہ محسوس کرتے ہوئے کہ جس قدر تحریک اور سرگرمی کے ساتھ انہوں نے اس سارے عرصے میں جماعت، ملک اور امت کے لئے وہ میدان عمل میں کوشاں رہے ہیں، اب اس گراف کو قائم رکھنے میں ان کی صحت حائل ہے تو انہوں نے بھی قیادت کی ذمہ داری سے معذرت کرلی۔ ارکان جماعت نے اس مرتبہ بھی امیر جماعت کی معذرت قبول کرتے ہوئے اب یہ ذمہ داری سید منور حسن کے کندھوں پر ڈال دی ہے۔ سید صاحب دور طالب علمی ہی سے تحریک سے وابستہ اور ملک اور بیرون ملک تمام حلقوں میں متعارف ومعروف شخصیت ہیں۔

سید صاحب صحیح معنوں میں ایک مرد درویش اور عابد شب زندہ دار ہیں۔ اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم اعلیٰ بھی رہے اور پھر جماعت میں شامل ہوتے ہی مختلف ذمہ داریاں ان پر ڈالی گئیں جنہیں وہ بحسن وخوبی ادا کرتے رہے۔ ان پر اب یہ نئی اور بھاری ذمہ داری پڑی ہے تو ان کی عمر ۶۷ سال ہے۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے ہنگامی اجلاس منعقدہ ۵ اپریل میں انہوں نے اپنی عمر اور صحت کا تذکرہ کیا، گویا وہ اپنی معذرت پیش کرنا چاہتے تھے مگر شوریٰ کے تمام ارکان نے یک زبان ان پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ اس موضوع پر کسی بحث اور گفتگو کا دروازہ کھولنا مناسب نہیں ہے۔ سید منور حسین تحریک اسلامی کے ان کارکنان میں سے ہیں، جو کشتیاں جلا کر آتے ہیں اور پھر ہمیشہ نظریں منزل پر گاڑے رکھتے ہیں۔ کبھی ایک لمحے کے لئے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے۔ انہوں نے مجلس شوریٰ کے سامنے اپنی معروضات میں کہا کہ مولانا مودودیؒ نے قیادت سنبھالی تو وہ ۳۸ سال کے تھے۔ میاں طفیل محمد اس منصب پر فائز ہوئے تو ان کی عمر ۶۰ سال تھی جب کہ قاضی حسین احمد نے ۴۹ سال کی عمر میں امارت کا بوجھ اٹھایا اور میں اس وقت ۶۸ ویں سال میں داخل ہورہا ہوں۔

ارکان شوریٰ نے سید صاحب کے اس تجزیہ کے باوجود ان کے جواں جذبوں کو سراہتے ہوئے یہی فیصلہ کیا کہ وہ فی الفور امارت جماعت کا حلف اٹھائیں۔ ہنگامی شوریٰ کے ایجنڈے میں ان کے حلف کا تذکرہ نہیں تھا مگر پروفیسر خورشید احمد کی تجویز پر شوریٰ نے حلف کو ایجنڈے کا حصہ بنادیا اور طے پایا کہ اسی روز بعد نماز عصر جامع مسجد منصورہ میں تقریب حلف برداری ہوگی۔ نومنتخب امیر جماعت کے لئے شوریٰ کی اس متفقہ رائے سے روگردانی ممکن نہ تھی۔ وہ خود اسلام کے نظام شورائیت کی روح اور جماعت اسلامی کے دستور کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ ان کی شخصیت میں حضرت عمرؓ کا جلال بھی ہے اور سیدنا ابوذرؓ کی شان استغنا بھی۔

اس مرتبہ انتخاب امارت کے دوران ذرائع ابلاغ نے اس موضوع پر بہت زیادہ توجہ مرکوز رکھی ہے۔ متعدد خبریں شائع اور نشر ہوتی رہیں۔ ان میں بسااوقات صحافی حضرات حقائق سے بےخبر ہوکر من گھڑت خبریں بھی چھاپتے رہے۔ جماعت کے بعض احباب کو اس پر تشویش بھی ہے کہ انتخاب امیر خبروں کا موضوع اور شہ سرخیوں کا عنوان کیوں بنتا رہا لیکن اس دور میں خبروں کی اشاعت وقت کا تقاضا بن چکی ہے۔ اور جماعت اسلامی اللہ کے فضل سے ملک کے تمام عوام میں متعارف ہوچکی ہے۔ پھر جماعت پر اللہ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس کے انتخاب میں نہ کوئی امیدوار ہوتا ہے نہ اس کا کوئی تجویز کنندہ وتائید کنندہ، نہ اس کا الگ سے کوئی منشور، نہ کوئی کنویسنگ اور نہ ہی کوئی دھڑے بندی۔ جماعت کے دستور میں دھڑے بندی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

ارکان نے ہمیشہ اپنی آزادانہ رائے سے فیصلے صادر کئے ہیں۔ شوریٰ نے جو تین نام دیئے تھے وہ بھی محض راہنمائی کے لئے تھے ورنہ ارکان کسی بھی رکن جماعت کے حق میں رائے کا اظہار کرسکتے تھے۔ شوریٰ کے دیئے گئے تینوں نام ہر لحاظ سے مستند ہیں جو جماعت کے انتہائی مخلص، جماعت کے لئے خود کو وقف کردینے والے اور ہر آزمائش میں سرخ رو ہوکر نکلنے والے جماعتی راہنما ہیں۔ ہر ایک کی خوبیاں بھی تھیں اور انسان ہونے کے ناطے ہر ایک میں خامیاں اور کمزوریاں بھی تھیں لیکن جماعت کی قیادت کے لئے اس وقت جماعت میں ان سے بہتر کوئی اور فرد دستیاب نہیں تھا۔

ان تینوں میں سے کسی ایک پر یہ ذمہ داری آنی تھی اور سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے جس پر بھی ذمہ داری پڑتی، ارکان کی تائید ووفاداری اور اطاعت فی المعروف کا جذبہ سب کے لئے یکساں ہوتا۔ ارکان جماعت نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کسی قسم کے علاقائی اور لسانی تعصب کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ یہ جماعت کے لئے بہت خوش آئند بات ہے۔ جن دوستوں کو خبروں کی اشاعت پر تحفظات ہیں، ان کی سوچ بھی اپنی جگہ مخلصانہ ہے لیکن موجودہ دور میں لوگوں کے سامنے اس حقیقت کا آنا ضروری ہے کہ وطن عزیز میں کسی ادارے، جماعت اور فورم میں حقیقی جمہوریت اگر ہے تو وہ صرف جماعت اسلامی ہے۔ الحمدللہ اس کا اعتراف جماعت اسلامی کے مخالفین بھی کرتے ہیں۔

حلف برداری کی تقریب کی خبر تمام چینلوں پر فوراً نشر ہوگئی اور جامع مسجد منصورہ میں لوگوں کا ایک بڑا اجتماع منعقد ہوگیا جس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ میاں طفیل محمد مدظلہ العالی اپنی پیرانہ سالی اور صحت کی کمزوری کے باوجود تشریف لائے اور مجلس کو رونق بخشی۔ اس تقریب میں قاضی حسین احمد انتہائی خوش وخرم اور نہایت خوش گوار موڈ میں تھے۔ ہر مرتبہ سبکدوش ہونے والا امیر ایسی ہی قلبی کیفیت اور خوش گوار جذبات کے ساتھ رخصت ہوتا ہے۔

پوری دنیا میں یہ تقریب براہ راست مختلف چینلز پر دیکھی جارہی تھی۔ تمام لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ اس تقریب میں سب سے زیادہ اداس اور مغموم چہرہ اس شخص کا تھا جسے قیادت کا تاج پہنایا جارہا تھا۔ حلف اٹھاتے ہوئے احساس ذمہ داری سے اس کی آواز بھر آگئی تھی اور چند فقرے ادا کرنے کے بعد اس پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ پھر کوئی ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کرسکا۔ اس منظر کو دیکھ کر کئی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ یہ احساس ذمہ داری جماعت اسلامی کا وہ اثاثہ ہے کہ خدانخواستہ اگر یہ چھن گیا تو جماعت اپنا مقام کھو بیٹھے گی۔

جس کیفیت میں موجودہ نومنتخب امیر جماعت کو تقریب میں لوگوں نے براہ راست اور میڈیا پر دور دراز علاقوں میں دیکھا ہے، کم وبیش ایسی ہی کیفیت سے ہر نومنتخب امیر جماعت گزرتا رہا ہے۔ اس ملک میں ایک جانب صورت حال اور سیاسی کلچر یہ ہے کہ جھگڑے، ڈھول، آتش بازی، ڈانس اور چراغاں کے جلو اور ہنگامے میں قیادتیں منظر عام پر جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ دوسری جانب یہ منظر سامنے آتا ہے، جس میں رقت، خوف خدا، احساس جواب دہی اور ادائیگی فرض کی بھاری ذمہ داری کا ادراک قائد کے رونگٹے رونگٹے میں جلوہ گر ہوتا ہے تو دونوں مناظر کے بعد کا پتہ چلتا ہے۔ نومنتخب امیر جماعت کے سامنے اس وقت بڑے بڑے چیلنج بھی ہیں اور خطرات بھی۔ اللہ انہیں ہمت بھی بخشے اور اپنی حفاظت بھی عطا فرمائے کہ وہی حقیقی محافظ ہے۔ نئے امیر جماعت کو قدم قدم پر اور لمحہ لمحہ ملکی وبین الاقوامی ہر سطح پر مشکلات کا سامنا ہوگا۔ انہیں بڑے عزم وحوصلے اور حکمت ودانائی سے اس قافلے کی قیادت کرنی ہے۔ وہ ہر مخلص مسلمان کی ہمدردی اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ہم جماعت اسلامی میں ہمیشہ ذمہ داران کے لئے اصابت رائے، استقامت، اخلاص، للّٰہیت اور صحت وعافیت کی دعا کرتے ہیں۔ اس موقع پر تمام محب وطن بھائی بہنوں سے ہماری دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ نومنتخب امیر جماعت کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کے ملک سے ہمارے بھی خیرخواہ اپنے نیک جذبات اور تمنائیں مسلسل ارسال فرما رہے ہیں۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر دے۔

(ہفت روزہ ایشیاء، لاہور)

علانیہ شراب پینے کی سزا میں طبی ڈگریاں موقوف

مسعودالرحمٰن خاں ندوی

برازیل کی لوندرینا یونیورسٹی سے اس سال میڈیکل کالج کی چھ سالہ تعلیم مکمل کرکے تو ے طلباء فارغ ہوئے ۲۰؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کو فائنل نتیجہ نکلا، اس وقت ٹریننگ وقفہ (Intern Ship) گزارنے والے چودہ طلباء وطالبات ہسپتال میں ڈیوٹی پر تھے، کامیاب ہونے کی خوشی میں ہسپتال میں شراب کی بوتلیں لائے اور بیماروں کے سامنے شراب پی کر کامیابی کا جشن منایا، یونیورسٹی ذمہ داروں کو معلوم ہوا تو یونیورسٹی کونسل نے ان کو ڈگریاں دینے سے انکار کردیا، یونیورسٹی چانسلر ڈاکٹر ولیم سیثیتی نے ٹی وی، پر اس کا یہ جواز پیش کیا جو بہت اہم ہے:

یہ طلباء طبیب نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ ہر طبیب سے یہ مطلوب ہے کہ وہ نشہ آور چیزیں چھوڑ کر بیماروں کے ساتھ خیرخواہی کرے، چونکہ تعلیم کے دوران ہر طالب علم علمی طور پر نشہ آور اشیاء کے نقصانات اور ان کو استعمال کرنے والوں کی نفسیات اور اعصابی وہاضمہ نظام پر اس کے مضر اثرات سے واقف ہوچکا ہوتا ہے، اس لئے بعض طلبا کی ہسپتال میں مریضوں کے سامنے شراب پی کر خوشی کا جشن منانے کی دو وجہیں ہی ہوسکتی ہیں یا تو یہ کہ یونیورسٹی میں انہوں نے جو کچھ سیکھا اس کو نظر انداز کرتے ہوئے شراب کے نقصان کے قائل نہیں ہیں یا پھر انہوں نے مریضوں کے احساسات کا احترام نہ کرکے اپنی بدکرداری کا اظہار کیا ہے، اس طرح انہوں نے طبی اہلیت (Degree) کی بنیادی شرط ضائع کردی جو مریضوں کے ساتھ طبیب کے معاملہ کی کیفیت سے متعلق ہے اور یہ وجہ ان کی گریجویشن ڈگریاں موقوف کرنے کے لئے کافی ہے۔ تاوقتیکہ ان کا زیرغور معاملہ فیصل ہو۔

پھر جب وائس چانسلر سے ان طلباء کے انجام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یونیورسٹی کونسل نے ان طلباء کے لئے ایک خاص دوماہی سیشن کی حاضری لازمی قرار دی ہے، جس کی میٹنگس میں وہ نفسیاتی علاج کے ماتحت رہیں گے۔ پھر اگر ان کی شفا ثابت ہوگی تو یونیورسٹی ان کو آخری سال تعلیمی کو دہرانے کا موقع دے گی، یہ اس لئے کہ علمی ڈگریاں (جو کچھ سیکھا ہے اس کی) تطبیق اور اخلاق سے مشروط ہوتی ہیں۔

اس خبر پر ایک معروف داعی احمد صالح محایری نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ''اس یونیورسٹی نے اپنے طلباء کو کسی دینی بنیاد پر سزا نہیں دی ہے اس لئے کہ شراب برازیل کے قانون وعرف میں حرام ہے نہ ممنوع، اس نے تو ان کو علمی، اخلاقی واجتماعی وجوہ کے لحاظ سے سزا دی ہے، اس لئے کہ انہوں نے علانیہ شراب پی جوان کے لئے نقصان دہ ہے، اور مریضوں کے سامنے پی جب کہ یہ زیر تربیت طبیب معاشرہ کا وہ طبقہ ہے جس کے لئے اس کے کام وتخصص کے بموجب لوگوں کو صحت کے لئے مضر چیزوں (جن میں نشہ آور مشروبات شامل ہیں) سے ہوشیار کرنا ضروری ہے۔ اس خبر میں یونیورسٹی ذمہ داروں کی جرأت وہمت اور عزم وحوصلہ بھی قابل داد ہے۔ یہ تمام کارروائی ہمارے دین اسلام کے احکام واخلاق کے بھی موافق ہے جن تک اہل مغرب اپنی فطرت یا تجزیہ یا اسلام سے اقتباس کے ذریعہ پہنچے ہیں وہ تو ان سے اپنے معاشرے کی خدمت کا کماحقہ فائدہ اٹھاتے ہیں جب کہ ہمارے درمیان ایسے بدنصیب موجود ہیں جن کو اپنی دینی تعلیمات اور اپنی تہذیب وثقافت پر شک وشبہ ہے۔ اللہ عزوجل ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ●●

کہانی لفظ Habeas Corpus کی

عین رے

آپ نے یہ اصطلاح حال ہی میں بہت سنی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو حراست میں رکھا گیا ہے تو جج کے سامنے اس کو بہ نفس نفیس پیش کیا جائے تاکہ جج فیصلہ کرسکے کہ اس کی حراست جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اسے آزاد کیا جاسکے۔ یہ ایکٹ انگلستان میں سولہ سو اناسی میں منظور ہوا تھا۔ یہ قانون اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس زمانے میں زبردست سکینڈل چل رہا تھا کہ لوگوں کو غیرقانونی طور پر بند کیا گیا ہے اور انہیں بغیر کسی الزام کے لمبے عرصے تک قید رکھا جارہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم یعنی ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء کے دوران اس ایکٹ کو معطل کردیا گیا تھا اور بہت سے افراد کو جو جاسوسی کے شبے میں پکڑے گئے تھے لمبے عرصے تک بغیر مقدمہ چلائے قید میں رکھا گیا۔

Habeas Corpus کا لفظی مطلب ہے جسم پیش کیا جائے۔ کورپَس کے لفظ سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس سے مراد جسم ہے۔ انگلش میں لاش کو corpse بھی کہتے ہیں۔ تو یہ وہ قانونی درخواست ہے جسے قید ہونے والا خود، اس کا کوئی خیرخواہ یا جیل کا کوئی ساتھی بھی داخل کرسکتا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو اس کی مرضی کے بغیر اور کسی قانونی جواز کے بغیر مقید

باقی صفحہ ۸ پر

بقیہ: کیا یہ اسلامی معاشرے کی تصویر ہے؟

قرآن مقدس کی تعلیم یاد رہی اور نہ مرنے کے بعد جوابدہی کا احساس۔ انہیں صرف یہ خیال رہا کہ جائداد پر کس طرح اور کیسے قابض ہوجائیں۔ اسی طرح ساس اور نندوں کو ایک بے سہارا اور یتیم لڑکی منحوس اور نہ جانے کیا کیا نظر آتی تھی۔

یہ ہے ہماری معاشرتی زندگی کا ایک باب۔ ہماری معاشرتی زندگی ایسے ان گنت ابواب سے گھری ہوئی ہے۔ یوں تو کہنے کو ہم پانچ وقت مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی خاطر جمع ہوتے ہیں۔ غور کیا جائے تو پانچ وقت پابندی کے ساتھ مساجد میں جمع ہونا ایک مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ایک سماجی اجتماع بھی ہے جس کے سہارے ہم اپنے سماج میں گزرتے ہوئے لمحات اور اپنے بھائیوں کے مختلف حالات سے واقف ہونے کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے مگر ہم نماز کی صف بندی کے وقت اور اس کی ادائیگی تک ہی متحد نظر آتے ہیں اور نماز ختم ہوتے ہی مسجد کے خارجی دروازے پر قدم رکھتے ہیں۔ محمود، محمود'' ہوجاتا ہے اور ''ایاز'' صرف ''ایاز''۔ ہمارا معاشرہ کس سمت جارہا ہے اور ہم بحیثیت ایک ملت کس طرح زندگی گزار رہے ہیں اس تعلق سے غور وفکر کرنے کا خیال تک نہیں آتا۔ سماج کس مذہب اور قرآن پاک کی روشنی میں کن تبدیلیوں کا متلاشی ہے ہم نہیں سوچتے۔

ایک مسلمان اور وہ بھی جو خون کا رشتہ رکھتا ہو اپنے ہی خون کو ذرا سے لالچ میں غیروں کے ہاتھوں سونپ دیتا ہے اور اپنے اس عمل پر اسے زندگی میں پچھتاوے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ کیا واقعی ان تمام باتوں اور اعمال کے باوجود ہم خود کو مسلمان کہنے کے مستحق ہیں۔ ●●

POSTED ON 20 APRIL 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) - 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۲۲ر اپریل ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2009-2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

POSTAL REGISTRATION No.

بقیہ: ''ترکی کی عظمت کا راز اس کی جغرافیائی مرکزیت میں پوشیدہ ہے''

ہم عراق، ترکی اور ان کے تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ مذاکرات کا ایسا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے تمام اختلافات ختم کیے جاسکیں اور باہمی امن وسلامتی کا مقصد حاصل کیا جاسکے۔ ترکی، عراق اور امریکہ کو دہشت گردی کا خطرہ لاحق ہے اور ہمارے پاس غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں القاعدہ کے دہشت گرد بھی شامل ہیں جو عراقی عوام کو اپنے ساتھ ملا کر ان کا ملک تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں پی کے کے بھی شامل ہے۔ کسی بھی ملک کے خلاف دہشت گردی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور نیٹو کے ایک اتحادی ہونے کے ناطے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پی کے کے یا کسی بھی گروہ کی دہشت گردانہ کارروائیوں کے خلاف آپ کو ہماری بھرپور حمایت حاصل رہے گی۔ ترکی اور عراق کی حکومتوں اور عراق کے کرد رہنماؤں کے درمیان تعاون کے فروغ کے ذریعے ہم ان کوششوں کو بارآور کرسکتے ہیں۔ اسی طرح سے ترکی میں آباد کردوں کو جمہوریت کے ثمرات سے متمتع ہونے کا موقع دے کر اور انھیں علم کی روشنی سے مالا مال کر کے ترقی کی نئی منزلیں سر کی جاسکتی ہیں۔ ہم پاکستان اور افغانستان میں القاعدہ کو محفوظ پناہ گاہوں سے محروم کرنے کے مقصد میں مل جل کر کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ دنیا اس خطے کو تباہی سے دوچار کرنے اور القاعدہ کے دہشت گردوں کو مزید حملوں کی منصوبہ بندی کے مواقع دینے میں بہت فراخ دلی دکھا چکی ہے۔ اسی وجہ سے ہم القاعدہ کو تباہ کرنے اور اسے شکست دینے کے لیے مربوط اور ٹھوس اقدامات کرنے کے لیے یکسو ہیں۔ ہم افغانوں کو اپنی قدیم دشمنیوں پر قابو پانے اور اپنے ملک کی سلامتی کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے کی تربیت دے رہے ہیں، اس لیے ہم پاکستان اور افغانستان کے عوام کے لیے اپنی حمایت اور امداد میں اضافہ کررہے ہیں تاکہ امن وسلامتی کے ساتھ ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھا جاسکے۔

ترکی ایک قابل اعتماد ساتھی رہا ہے، آپ کی فوج انٹرنیشنل سیکورٹی فورس کا ہراول دستہ تھی۔ آپ نے اس راہ میں بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ اب ہمیں اپنے مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے مل کر کام کرنا ہوگا۔ آپ کی طرف سے افغان سیکورٹی فورسز کو تربیت دینے اور اس سہولت کو پورے خطے تک پھیلانے کی پیش کش قابل ستائش ہے۔

ہم پہلے کی طرح اب بھی مل جل کر اس چیلنج کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ گزشتہ چند برسوں میں بہت سی مشکلات سامنے آئی ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ امریکہ اور ترکی کے درمیان اعتماد کے رشتے کو دباؤ کا سامنا رہا ہے اور یہ دباؤ تمام مسلم علاقوں میں بھی موجود رہا ہے۔ مجھے یہ بات کھل کر واضح کرنے دیجیے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نہ تو اسلام کے خلاف برسرپیکار ہے اور نہ ہی ہوگا۔ درحقیقت مسلم دنیا کے ساتھ ہمارا اشتراک عمل نہ صرف شدت پسندی پر مبنی نظریات کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے بلکہ تمام لوگوں کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرنے کے لیے بھی لازمی ہے۔

شدت پسند نظریات کو تمام مذاہب کے ماننے والے مسترد کرچکے ہیں۔ میں یہاں یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہوں کہ مسلمان برادری اور مسلمان دنیا کے ساتھ امریکہ کا اشتراک عمل صرف دہشت گردی کی مخالفت پر مبنی نہیں ہے۔ ہم باہمی مفادات اور باہمی احترام کی بنیاد پر وسیع تر تعلق قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ہم غلط فہمیوں کو دور کریں گے، ایک دوسرے کے مفاد کو پیش نظر رکھیں گے اور آپ کی بات پر کان دھریں گے۔ اختلاف رائے کی صورت میں بھی ہم ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں گے۔ اسلام کی تعلیمات صدیوں سے امریکہ سمیت پوری دنیا کی تشکیل میں نہایت اہم کردار ادا کررہی ہیں اور ہم دل کی گہرائیوں سے اسلام کی عالمگیر حقانیت کو سراہتے ہیں۔ امریکی مسلمان امریکہ کی شان ہیں۔ مسلمان بے شمار امریکی خاندانوں کا حصہ ہیں۔ اسی طرح سے کئی امریکی مسلمان اکثریتی ممالک میں رہ رہے ہیں۔ یہ بات میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں اس لیے کہ میں بھی انھی میں سے ہوں۔

ہم ایک بہتر مستقبل کے لیے اپنے وعدوں کو عملی شکل میں ثابت کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوکر کامیابیاں سمیٹیں۔ علاج معالجے سے محروم لوگوں کی دیکھ بھال کرنا ہمارا نصب العین ہے ہم سرمایہ کاری اور تجارت کو فروغ دینا چاہتے ہیں تاکہ خوشحالی تمام لوگوں کا مقدر بن سکے۔

آنے والے مہینوں میں ان مقاصد کے حصول کے لیے میں ایک واضح حکمت عملی وضع کروں گا ہماری ساری توجہ پوری مسلم دنیا کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے اور مشترکہ امیدوں اور توقعات کو پورا کرنے پر مرتکز رہے گی اور جب لوگ پیچھے مڑکر موجودہ وقت کو دیکھیں گے تو کہہ اٹھیں گے کہ امریکہ نے تمام لوگوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

ایک قدیم ترک کہاوت ہے کہ آپ شعلوں کی مدد سے آگ نہیں بجھاسکیں گے۔ امریکہ اور ترکی دونوں یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کبھی سمجھوتہ نہیں کریں گے انھیں طاقت کی زبان سے سبق سکھانا ضروری ہے لیکن انتہا پسندی کا جواب صرف طاقت ہی نہیں ہے اور نہ ہی طاقت کے استعمال سے ہمارے مسائل حل ہوسکیں گے۔ مستقبل تعمیری سوچ رکھنے والوں کا ہونا چاہیے نہ کہ تباہ کاروں کا۔ ہمیں مل جل کر اسی مستقبل کے حصول کے لیے کام کرنا ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں ترکی کے مستقبل پر مباحثہ کرنے کے خواہش مند بھی موجود ہیں۔ وہ اپنے ملک کو براعظموں کے سنگم پر اور تاریخ کے دھاروں میں محسوس کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہیں مختلف تہذیبیں اور لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، وہ مستقبل کی سمت کے بارے میں فکر مند ہیں، لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ جس چیز کو وہ سمجھ نہیں پائے ہیں وہ یہ ہے کہ ترکی کی عظمت کا راز اس کی جغرافیائی مرکزیت میں پوشیدہ ہے۔ یہاں مشرق اور مغرب ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ قریب آتے اور ملتے ہیں۔ یہی آپ کی ثقافت کا حسن ہے اور آپ کی تاریخ کا ایک سنہرا باب۔ جمہوریت آپ کی قوت اور ایک بہتر کل کی امید ہے۔

مجھے آپ کے ساتھ یہاں کھڑا ہونے پر فخر ہے۔ ہمیں مل کر ایک شاندار مستقبل کی طرف بڑھنا ہے۔ میں امریکہ کی طرف سے ایک پائیدار اور مستحکم دوستی کو پروان چڑھانے کے عزم کا اعادہ کرتا ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ شکریہ، شکریہ۔ ●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، حقیقت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

مغرب میں اقتصادی جنگ کا آغاز

◎

یکم اپریل کو لندن میں کاروں کے پرزے بنانے والی فیکٹری وسٹیان (Visteon) پر مزدوروں نے اس وقت قبضہ کرلیا، جب فیکٹری مالکان نے ۶۰۰ محنت کشوں کی اچانک برطرفی کا اعلان کیا۔ یہ قبضہ تاحال جاری ہے اور اس کے ختم ہونے سے پہلے دیگر فیکٹریوں تک پھیلنے کے واضح امکانات نظر آرہے ہیں۔ وسٹیان امریکی کارساز کمپنی فورڈ کے لئے فاضل پرزے بناتی ہے۔ امریکہ میں موٹر کاروں کی گرتی ہوئی مانگ اور جاپانی کاروں کی امریکی موٹر منڈی کے ۴۵ فیصد حصے پر قبضے کی وجہ سے امریکی موٹر ساز کمپنی فورڈ شدید متاثر ہوئی ہے۔ اس کے اثرات اب ان ممالک تک پھیل رہے ہیں جو امریکی کارساز صنعت کے پیداواری عمل کے ساتھ وابستہ ہیں۔

فرانس میں بھی گزشتہ دس دن سے مزدوروں نے پیرس کے مضافات میں قائم کارساز فیکٹری پر قبضہ کرکے مالکان کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ یہ محنت کش برطرفیوں اور تنخواہوں میں کٹوتیوں کے خلاف احتجاج کررہے ہیں۔ اس پس منظر میں ۲ر اپریل کو لندن کے فنانشل ڈسٹرکٹ میں ۲۰ بڑے صنعتی ممالک کے سربراہان نے جی ۲۰ سمٹ میں شرکت کی۔ ''سمٹ'' کا مقصد عالمی مالیاتی بحران سے نکلنے کے لئے حکمت عملی اختیار کرنے پر عالمی اتفاق رائے پیدا کرنا تھا۔ اس ''سمٹ'' کے روح رواں برطانوی وزیر اعظم مسٹر گورڈن براؤن تھے جو اس سمٹ کے ذریعے برطانیہ میں لیبر پارٹی کی گرتی ہوئی سیاسی ساکھ کی بحالی کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں۔

سمٹ کے آغاز سے ایک روز قبل لندن شہر میں ہزاروں مظاہرین کی آمد نے فضا کو بغاوت کی بو سے معطر کردیا تھا۔ دس ہزار سے زائد تعداد میں برطانوی پولیس کے جوان عالمی سرمایہ داری کے دارالخلافہ کے تحفظ پر مامور تھے۔ ۲ر اپریل کو جب سمٹ کا اجلاس شروع ہوا تو اندرونی شہر واقع لندن کے فنانشل ڈسٹرکٹ میں مظاہرین نے رائل بینک آف اسکاٹ لینڈ اور بینک آف انگلینڈ کی مرکزی عمارتوں کے شیشے توڑ کر کمپیوٹروں کو سڑکوں پر پھینکا اور ان کو نذر آتش کردیا۔ افراتفری میں ایک شخص دم گھٹنے اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہوگیا جب کہ متعدد مظاہرین زخمی اور ۲۰۰ سے زائد کی گرفتاری عمل میں آئی۔

جی-۲۰ کے ایک روزہ سمٹ میں کوئی بھی ایسا قابل ذکر فیصلہ سامنے نہیں آیا، جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ آنے والے دنوں میں عالمی بحران سے نکلنے کے لئے کی جانے والی ممکنہ کوششیں برآور ثابت ہوں گی۔ آئی ایم ایف کی مالی پوزیشن مستحکم

ڈاکٹر امجد ایوب مرزا

کرنے، دنیا بھر میں ٹیکسوں کی چھوٹ کے لئے قائم بینکوں کو اپنے گوشواروں کو منظر عام پر لانے اور عالمی تجارت کے فروغ کے لئے منڈی کو تجارتی پابندیوں کی جکڑ سے آزاد کرکے وسعت دینے سے متعلق بحثیں سمٹ کا مرکز بنی رہیں۔

جی-۲۰ سمٹ کے دوران سرمایہ دار ممالک کے آپس کے اقتصادی تضادات کسی مثبت فیصلے کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنے رہے۔ عالمی مالیاتی بحران سے نکلنے کے لئے درکار سرمائے کے حصول کے لئے گورڈن براؤن کی بھاگ دوڑ بھی کسی کام نہ آئی اور صرف ۱ء۱ کھرب ڈالر کے ذریعے آئی ایم ایف کو مضبوط کرنے پر اتفاق رائے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اس رقم میں سے ۲۵۰ ارب ڈالر عالمی تجارت میں ایمرجنسی کیش فلو مہیا کرنے کے لئے مختص کیا گیا ہے۔

جب کہ ایشیا وافریقہ کے ممالک کے لئے صرف پچاس ارب ڈالر مختص کیے گئے ہیں۔ دوسری اور تیسری دنیا کے لئے ۱۵۰ ارب ڈالر کی قلیل رقم سے تو ان ممالک کے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بھی ادا نہیں ہوسکتیں۔ G - 20 سمٹ کو مغربی ذرائع ابلاغ بھی کامیاب کہتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں۔ جس روز سمٹ کا اجلاس ہورہا تھا اسی روز مغربی ممالک کے اقتصادی تعلقات میں گرمی سردی ہوگئی، جب امریکہ نے فرانسیسی پنیر کی ایک قسم ''بلوچیز'' پر عائد ڈیوٹی میں اچانک ۳۰۰ فیصد اضافے کا اعلان کردیا۔ امریکہ میں بلوچیز کی قیمت ۲۰ ڈالر فی پونڈ سے بڑھ کر ۶۰ ڈالر فی پونڈ ہوگئی۔ فرانس کے احتجاج پر یورپی یونین

باقی صفحہ ۶ پر

ضرورت رشتہ

مغربی یوپی کے خوبرو نوجوان عمر ۲۸ سال، قد پانچ فٹ نوانچ، ایم بی بی ایس، آرتھو ایم ڈی، (اے ایم یو، علی گڑھ) کے لئے خوبصورت، امور خانہ داری سے واقف، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ تحریک اسلامی سے وابستگی کو ترجیح دی جائے گی۔ رجوع کریں:

Mob. 09897182561

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

بقیہ: کہانی لفظ Habeas Corpus کی

نہ کیا جاسکے۔ آپ نے گوانتانامو بے کے قصے سنے ہوں گے۔

امریکی اخبارات میں اس موضوع پر گرماگرم بحث ہوتی رہی ہے کہ گوانتانامو کے قیدیوں کو Habeas Corpus قدیمی حق سے محروم کیوں کیا گیا ہے یعنی انہیں بھی یہ حق ملنا چاہیے کہ ان پر باقاعدہ فرد جرم عائد کی جائے اور عدالت میں ان کے مقدمے کی سماعت ہو۔ ایسا کیوں ہے کہ انہیں محض شبہ کی بنیاد پر سالہا سال قید وبند کی صعوبتیں اور اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔

لاطینی میں Habeas کا کیا مطلب ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ انگلش میں لفظ Have کیا ہے؟ بس لاطینی کا Habeas اسی کی ایک شکل ہے یعنی ملکیت کو ظاہر کرنا کہ کسی کے پاس کوئی چیز ہے۔ یہ تو اس کا لفظی مطلب ہوا۔ مگر اس اصطلاح میں اس کا سیدھا سادہ مطلب یعنی تمہارے پاس ہے، مراد نہیں ہے بلکہ اس میں یہ مفہوم مضمر ہے کہ ہمارا حکم ہے تمہارے پاس ہو گویا تم اسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ گرامر کی زبان میں یہ فعل امر یا شرطیہ کہلائے گا اور انگلش میں اسے Volitive یا Imperative Subjunctive کہیں گے۔ اردو میں اس کا متبادل شاید آپ نے پڑھا یا سنا ہو، اور وہ ہے: پروانہ حاضری ملزم۔ ●●

جامعۃ الفلاح میں درج ذیل اسامیوں کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں

(۱)	شعبہ اعلیٰ طلبہ برائے عربی زبان وادب، اسلامیات،	مطلوب صلاحیت	: فاضل+ تجربہ
(۲)	شعبہ اعلیٰ طلبہ برائے انگریزی زبان وادب،	مطلوب صلاحیت	: انگریزی سے M.A.+ تجربہ
(۳)	شعبہ ثانوی طلبہ برائے ریاضی (معلمین)	مطلوب صلاحیت	: B.Sc+ تجربہ
(۴)	شعبہ ثانوی طالبات برائے ریاضی (معلمات)	مطلوب صلاحیت	: انگریزی سے B.Sc+ تجربہ
(۵)	ابتدائی طلبہ برائے جنرل مضامین،	مطلوب صلاحیت	: انٹر+ تجربہ/ عالم+ تجربہ
(۶)	شعبہ اعلیٰ طالبات برائے عربی زبان وادب، اسلامیات	مطلوب صلاحیت	: فاضلہ+ تجربہ
(۷)	شعبہ حفظ طالبات برائے حفظ وتجوید،	مطلوب صلاحیت	: حافظ وقاری
(۸)	مرکزی لائبریری (بک لفٹر)،	مطلوب صلاحیت	: عالم/ انٹر
(۹)	کمپیوٹر سینٹر (کمپیوٹر ٹیچر)	مطلوب صلاحیت	: کسی کمپیوٹر سینٹر میں تدریس کا تجربہ

نوٹ: (۱) درخواستیں اسناد کی کاپیوں کے ساتھ ۳۰ر اپریل تک جمع کردی جائیں۔
(۲) ۳ر مئی کو دس بجے انٹرویو ہوگا۔ اس وقت اصل کاغذات ساتھ لائیں۔ (۳) دعوتی مزاج کے حامل اور تجربہ کار افراد کو ترجیح دی جائے گی۔
(۴) مشاہرہ حسب صلاحیت معقول دیا جائے گا۔ (۵) ریٹائرڈ افراد بھی رجوع کرسکتے ہیں۔

جامعۃ الفلاح

بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی)، پن کوڈ 276121 فون نمبر Tel. 05466-225140, Mob.:09450737539

ہماری نئی کتابیں

☆ خاتم النبیینؐ (اردو)	ابراہیم عمادی	70.00
☆ فتح اور غلبے کا قرآنی تصور (اردو)	الاستاذ علی محمد محمد الصلابی	100.00
☆ غلط فہمیوں کا ازالہ (اردو/ ہندی/ انگریزی)	ڈاکٹر ذاکر نائک	25.00
☆ Common Questions About Islam	Dr. Zakir Naik	25.00
☆ Concept of God in Major Religions	Dr. Zakir Naik	20.00
☆ Universal Brotherhood	Dr. Zakir Naik	35.00
☆ The Qur'an & Modern science: campatible......	Dr. Zakir Naik	20.00
☆ Similarities between Hinduism & Islam	Dr. Zakir Naik	35.00
☆ The Qur'an & Bible in the light of Science	Dr. Zakir Naik	45.00
☆ Right of women in Islam	Dr. Zakir Naik	35.00
☆ Is the Qur'an WORD OF GOD?	Dr. Zakir Naik	35.00
☆ Non-Veg Permitted or Prohibited	Dr. Zakir Naik	25.00
☆ Focus on Islam	Dr. Zakir Naik	30.00
☆ Hazrat Muhammad & Bhartiya Dharm Grantha	Dr. M. A. Srivastava	25.00
☆ इस्लाम और इंसान (सीरीज़– 1-6)	डॉ. सैयद शाहिद अली	75.00
☆ इस्लाम– कुछ अहम पहलू	अज़हर शमीम	24.00
☆ इस्लाम एक सामान्य परिचय	शैख़ अली तन्तावी	65.00
☆ प्यारे नबी (सल्ल.) की पाक ज़िन्दगी	एज़ाज़ुल-हक़ क़ुद्दूसी	35.00
☆ जीव-हत्या और पशु-बलि (इस्लाम की नज़र में)	ज़ैनुल-आबिदीन मंसूरी	6.00
☆ पवित्र क़ुरआन में मानवता की शिक्षा	विजय गोपाल मंगल	زیر طبع
☆ दलित समस्या, जड़ में कौन?	इंतिज़ार नईम	100.00

دینی، اصلاحی، دعوتی، اسلامی لٹریچر کے لیے ہم سے رابطہ کریں اور ہماری فہرست کتب مفت طلب فرمائیں۔

مدھر سندیش سنگم

E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025

فون نمبر: 011-26953327, 09212567559، ای میل madhursandeshsangam@yahoo.co.in

Millennium Girls School
C.B.S.E. Syllabus

Admission is going on for Session 2009-2010

Nursery to Class Tenth

Bus and Hostel Facility available

Cont. No.: 09835293957, 09234131237
Azad Colony, Pabra Road, Hazaribagh (Jharkhand)

قیامت کے روز مرتبے کے اعتبار سے بدترین انسان وہ ہوگا جو دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر عاقبت تباہ کرڈالے۔''
(ابن ماجہ)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings

#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

ایکسپورٹ اسپیشل نمبر

جس میں بیرونی سفارت خانوں کے پتے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں ہندوستانی سفارت خانوں کے پتے، فون نمبر اور ایکسپورٹ پروموشن کونسلوں کے پتے، فون نمبر وغیرہ درج ہیں یہ اسپیشل نمبر اردو اور انگریزی دونوں زبان میں شائع ہوا ہے اس میں ایکسپورٹ امپورٹ کرنے کے خواہشمند کاروباریوں کے لئے مفید مشورے اور بہترین رہبری ہے۔

قیمت صرف -/50 روپے ☆ ڈاک محصول علاحدہ

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24-C, BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

تعلیمی اداروں کی درجہ بندی
بہ ذریعہ خود احتسابی

مرتب: ڈاکٹر بدرالاسلام

کسی بھی تنظیم یا ادارے کو اس کے مقصد یا نصب العین تک پہنچانے کے لیے اس کی گزشتہ کارکردگیوں کے جائزوں اور خود احتسابیوں کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، اس سے کم زوریوں پر قابو پانا اور منزل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔ احتساب اور جائزے کا عمل ترقیوں اور اچھائیوں کا زینہ ہے۔ اس کے بغیر کسی ترقی یا اچھائی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کتاب ہمیں ایسی ہی خود احتسابیوں اور جائزوں کا ہنر سکھاتی ہے، جن کے وسیلے سے ہم اپنے تعلیمی اداروں کو ان کے مقاصد اور نصب العین سے ہم کنار کرسکیں۔

آغازِ کتاب میں معروف ماہر تعلیم عالی جناب سیّد حامد کا قیمتی پیش لفظ بھی ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

سائز: ۲۰×۳۰/۸ ● صفحات: ۵۶ ● قیمت: Rs.40/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, 26946447(D) Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net